قسط: 15

شعلہ زن

روبینہ رشید

وہ شعلہ زن تھی یا جوالا مکھی... اس کے وجود میں ایک آتش فشاں دہک رہا تھا... اپنوں کی خودغرضی، دھوکے اور دل و جاں پر گزر جانے والی ناگہانی اس کے وجود کو تہ و بالا کردینے والے لاوے کے مانند رقصاں تھی... رسوائی کی موت کو اس کا انجام ٹھہرایا گیا مگر مقدر اسے اپنے ساتھ لے اُڑا... اس کے راستے میں رکاوٹوں اور دشواریوں کے ہمالیہ حائل تھے مگر وہ حاتم طائی کی طرح زندگی کی حسن آرا کے مشکل سوالات کے جواب تلاشتی رہی... ہر قیامت نے اس کے حوصلے کو مہمیز کیا... ہر اُفتاد اسے مضبوط بناتی گئی... پناہ اور بقا کی تلاش اسے مسلسل دوڑا رہی تھی... موت روپ بدل بدل کر اس کے تعاقب میں تھی... وہ اپنی طاقت سے خود ناآشنا تھی... راہ میں آنے والے ہر پتھر کو وہ اپنے راستے سے ہٹا رہی تھی... اس کے باوجود اس بار آنے والا طوفان شدید تھا... اس میں ناکامی قیامت کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی تھی... ایک ایسی قیامت جو کروڑوں افراد کے قدموں سے زمین کھینچ لیتی ہے...

ایک سادہ و معصوم نازک اندام دوشیزہ کی سنسنی خیز داستان

گذشتہ اقساط کا خلاصہ

میں سارہ احمد چھوٹے سے گاؤں کی ایک نہایت عام سی لڑکی تھی جسے تین بہنوں میں سب چھوٹی ہونے کی وجہ سے ماں باپ کا لاڈ پیار نہ ہونے کے برابر ہی ملا۔ گھر میں بھائی کی حکومت تھی۔ میرے پیروں سے گھر کی زمین اس وقت سرک گئی جب اسی بھائی نے غصے میں کسی کو قتل کردیا اور غیرت کے نام پر قتل کا بہانہ بنا کر سزا سے بچنے کے لیے مجھے بدنامی اور الزام کی کالک لگا کر موت کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا اور میرے ماں باپ نے بیٹے کو بچانے کی خاطر اس فیصلے کو قبول کرلیا۔ اس شام میں نے گھر، گاؤں اور سب کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا اور ٹرین میں سوار ہوگئی۔ ٹرین میں ایک شیطان ملا۔ میں نے اس کا مقابلہ کیا اور کچھ پیسے لے کر وہاں سے بھاگنے میں کامیاب ہوئی مگر اس نے میرا پیچھا نہ چھوڑا، جان بچانے کی دوڑ میں، میں ایک کچی بستی میں پہنچی جہاں گندے نالے میں ایک چھوٹی بچی ڈوب رہی تھی۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور اس بچی کو بچانے کے لیے نالے میں کود گئی۔ اس کی جان بچانے کے انعام کے طور پر مجھے اس کے گھر میں پناہ ملی۔ اس بستی میں منشیات کا دھندا زوروں پر تھا۔ مجھے پناہ تو ملی مگر میری تقدیر کی گردش میرے ساتھ تھی۔ پہلے مجھ پر اس بچی کے باپ کے قتل کا الزام لگا اور پھر وہاں پر خوف و ہراس پھیلاتی کالے جادو کی ماہر اماں سے میری جھڑپ ہوگئی۔ وہ اس بچی کے خون سے ایک خاص طاقت حاصل کرنا چاہتی تھی۔ بچی کو بچانے کی کوشش میں وہ جادوگرنی جل کر مرگئی۔ جس کے بدلے بستی کے بڑے بدمعاش نے مجھے وہیں قتل کرنے کا حکم سنایا۔ علاقے کے دوسرے ڈان نے اچانک کارروائی کرکے مجھے بچالیا۔ اس نے مجھے اپنے اڈے پر قید کیا جہاں ہر طرف منشیات ہی منشیات تھی۔ میں اسے اس کے تمام تر بُرے ارادوں کے ساتھ ختم کرنے اور اس کے منشیات کے ذخیرے کو آگ لگا کر وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو ہی رہی تھی کہ ایک افسر کے ہتھے چڑھ گئی۔ جہاں اس کے کرپٹ افسر نے مجھے آپا جی کے ہاتھوں فروخت کردیا۔ وہ آپا جی مجھے ٹرین میں ملی تھیں اور مجھے بہت اچھی لگی تھیں مگر درحقیقت آپا جی عصمتوں کی سوداگر تھیں۔ مجھے ان کے بنگلے پر ہر قسم کی تربیت فراہم کرکے امیروں کا دل خوش کرنے کے لیے تیار کیا گیا۔ آپا جی نے ایک رات مجھے ایک بارسوخ شخص کے محل پہنچا دیا۔ جہاں بڑی مشکلات اور جان لیوا کوشش کے بعد میں اسے چھری مار کر فرار ہونے میں کامیاب ہوگئی۔ میں جان بچانے کے لیے اندھا دھند دوڑ رہی تھی کہ بڑی سڑک پر دوڑ لگا دی جہاں سامنے سے آنے والی کار کی ٹکر نے مجھے بے ہوش کردیا۔ یہ حادثہ میرے لیے زندگی کی نوید بن گیا۔ وہ گاڑی ڈاکٹر علی چلا رہے تھے۔ جو مجھے پہلے اسپتال اور پھر بابا کے پاس لے گئے۔ بابا کے گھر آکر میری زندگی بدل گئی۔ اُن پر ہونے والے قاتلانہ حملے میں میری کوشش اور بہادری نے اُن کی جان بچانے میں مدد کی۔ یہی اُن سے میرا پہلا تعارف تھا جس کے بعد انہوں نے مجھے اپنی بیٹی بنالیا، ان کی زندگی کی کہانی مجھ سے کچھ مختلف

www.zemtime.com

www.rsmtime.com

نہیں تھی۔ لندن میں تعلیم حاصل کرنے کے دوران انہیں وہاں ایک کروڑ پتی یہودی ابراہام کی بیٹی سے محبت ہوگئی تھی۔ اس محبت نے بالآخر شادی کا روپ دھارا، ابراہام مسلمانوں سے سخت نفرت کرتا تھا۔ اس کے نہ ماننے اور مسلسل دھمکیوں کی وجہ سے وہ دونوں پاکستان آگئے۔ یہاں ان کی زندگی بہت شاندار اور خوشیوں سے بھرپور تھی۔ اللہ نے انہیں ایک بیٹی سونیا عطا کی مگر اسی دوران ابراہام کے غنڈے ان کے گھر پہنچ گئے۔ جہاں ان کی جان بچانے کی کوشش میں مریم نے اپنی جان دے دی اور وہ لوگ سونیا کو اپنے ساتھ لے گئے۔ بابا بمشکل اس غم سے کھڑے ہوئے اور اپنی بیٹی کی تلاش میں لندن پہنچے۔ کسی طرح وہ ابراہام کے محل میں گھسنے اور سونیا تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ وہ اسے لے کر باہر آگئے تھے مگر آخری لمحوں پر ابراہام اور اس کے لوگوں نے انہیں شدید زخمی کر کے سونیا کو ان سے چھین لیا۔ وہ ان کو مار ہی ڈالتے مگر ان کے دوست نے کسی طرح انہیں بچایا اور پاکستان بھیج دیا۔ ابراہام کے محل سے انہیں دو خفیہ فائلیں ملی تھیں جس سے انہیں معلوم ہوا تھا کہ ابراہام کے پاس موجود تمام دولت مریم کی ماں کی ملکیت تھی اور اس نے اس دولت کو مریم یا اس کی اولاد کے نام کر رکھا تھا۔ سونیا کے 25 سال کی ہونے تک وہ اس کا ولی تھا مگر اسے یہ ثابت کرتے رہنا تھا کہ مریم یا سونیا میں سے کوئی ایک اس کے پاس موجود ہے ابراہام سونیا کو اسرائیل میں کسی نامعلوم مقام پر لے گیا مگر بابا سے اس کا جھگڑا جاری تھا۔ بابا نے مجھے تعلیم و تربیت سے نکھارا، وہاں ان کے علاوہ ڈاکٹر علی اور کریم موجود تھے۔ کریم ایک فلسطینی خاندان سے تعلق رکھتا تھا جس کے پورے خاندان کو یہودیوں نے مار ڈالا تھا اور بابا اسے کیمپ سے ساتھ لائے تھے۔ وہ فوج میں میجر رہا تھا۔ مارشل آرٹ کا ماہر تھا اور اب فوجی ٹریننگ کی ایجنسی چلا رہا تھا۔ ڈاکٹر علی بابا کے دوست کا بیٹا تھا۔ ماں باپ کے حادثے میں انتقال کے بعد اس کی ذمے داری بابا نے لے لی تھی۔ اب ان دونوں کے ساتھ میں بھی اس گھر کا فرد بن چکی تھی۔

ابراہام کے بابا کو ایک فون نے ہم سب کو پریشان کر دیا تھا۔ اس نے بابا کو بتایا کہ اب وہ جلد ہی پاکستان کو تباہ و برباد کرنے والا ہے اور یہ سب کرنے کے لیے اس نے ان کی بیٹی سونیا کو (جسے وہ مریم کہہ رہا تھا) تیار کیا ہے یہ سب وہی کرے گی۔ کریم اس معاملے کو فوراً مقتدر حلقوں تک لے گیا تھا انہی دنوں سڑک پر ایک بھکارن کے مشکوک انداز پر میں نے اس کا پیچھا کیا وہاں سے ملنے والا ایک سکہ مجھے فخر الدین کے دفتر لے گیا۔ وہ اور وہ بھکارن تاشی موساد کے لیے کام کر رہے تھے۔ ہم نے ان کے کئی منصوبے ناکام کیے۔ اس دوران تاشی نے زہریلی گیس کے ذریعے مجھے جان سے مارنے کی کوشش کی مگر آخری لمحے پر کریم اور علی نے مجھے بچا لیا۔ پھر کریم کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی۔ اب ہماری ان سے کھلی جنگ تھی۔ فخر الدین پکڑا گیا مگر غضنفر نے دلاور کے ذریعے اس کو قتل کرا دیا۔ ہم تینوں کو اس معاملے سے ہٹانے کے لیے غضنفر نے بابا کو بیگو استاد کے ذریعے اغوا کروایا مگر ہم تینوں وہاں پہنچ گئے۔ اور بابا کو چھڑا لیا گیا۔ اس دوران ہم نے ایک سراغ پر محنت کر کے تاشی کو پکڑ لیا اور اسے خفیہ ایجنسی کے دفتر پہنچا دیا۔ تب ہی مجھے معلوم ہوا کہ کریم بظاہر فوجی ٹریننگ ایجنسی چلا رہا ہے مگر وہ انڈر کور فوج ہے اور خصوصی خفیہ مشنز پر کام کرتا ہے۔ تاشی کے غائب ہونے پر زورین اور غضنفر نے میرے اغوا کا فیصلہ کیا۔ ہمارے گھر کے باہر کیمرا لگایا گیا۔ اغوا کی اس کوشش میں وہ ناکام رہے اور سب کے سب کریم کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ ایک منصوبے کے تحت تاشی کو فرار ہونے میں مدد دی گئی۔ وہ ایک منچلے سے لفٹ لے کر اس کے گھر پہنچی جہاں غضنفر نے اسے ختم کرنے کے لیے دلاور کو بھیجا۔ تاشی وہاں ماری گئی، مقامی ٹیم کی مسلسل ناکامی کی وجہ سے ابراہام نے سونیا کو پاکستان بھیجا۔ شینا ایٹمی ہتھیاروں کی جانکاری کے لیے وہاں کے ایک اعلیٰ ترین افسر سے دوستی کرتی ہے بالآخر پکڑی جاتی ہے۔ تلاشی کے دوران اس کا فون پھٹ جاتا ہے اور وہ ہلاک ہو جاتی ہے۔ ابراہام کی ٹیم بھی جونز کی سرکردگی میں شہر میں موجود ہے وہ اس کی مدد سے پورٹ پر کیمیکل کے ذریعے سیکڑوں لوگوں کی موت کا باعث بنتے ہیں۔ اس پر ابراہام سے جھگڑے کے بعد سونیا گھر سے نکلی اور میری گاڑی سے اس کا حادثہ ہوگیا۔ میں اسے بے ہوشی کی حالت میں اسپتال لے گئی۔ چوٹ لگنے کی وجہ سے وہ وقتی طور پر یادداشت کھو چکی تھی۔ دوسری طرف ابراہام نے خفیہ ایجنسیوں کی وجہ سے اس کی تلاش رکوا دی اور پہلی ٹیم نے تمام کام کرنے والوں کو گراؤنڈ کر دیا۔ دوسری جانب ابراہام کے لیے کام کرنے والا ڈیوڈ بابا جی بن کر ہزاروں افراد کو بے وقوف بنا رہا تھا۔ انہوں نے 8 دہشت گردوں کی مدد سے بڑی فوجی چھاؤنی میں گھس کر اسلحہ خانہ، ائربیس پر قبضہ کر لیا اور اسٹاف کو یرغمال بنا کر ایٹمی ہتھیار حوالے کرنے کا مطالبہ کر دیا۔ وہاں مجھے دلاور اور غضنفر نے اغوا کر لیا مگر اپنی خاص صلاحیت کی وجہ سے مجھے بہت جلد ہوش آگیا اور میں غضنفر کو اٹھا لانے میں کامیاب رہی۔ فوجی چھاؤنی کے معاملے میں کریم کو بھی طلب کر لیا گیا تھا۔

اب آپ مزید واقعات ملاحظہ فرمائیے

ڈیوڈ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

"یہ..... یہ نہیں ہوسکتا؟ یہ تو بالکل ہی بودے ثابت ہوئے..... اور یہ لوگ؟ ان کی اتنی جرأت.....؟" وہ دہاڑا اور میز پر رکھے کافی کے کپ کو دیوار پر دے مارا۔ شور کی آواز سن کر شہزاد دوڑتا ہوا کمرے میں داخل ہوا مگر پھر ڈیوڈ کا چہرہ دیکھ کر چپ چاپ کمرے سے باہر نکل گیا۔

"سب کچھ انڈر کنٹرول ہے۔ ہم نے ان تینوں پر قابو پا لیا ہے۔" اس آواز نے اس کے تن بدن میں گویا آگ سی بھر دی تھی۔ "ان میں سے ایک ہلاک ہوگیا مگر باقی دونوں زندہ ہیں۔ ایک زخمی ہے اور جبکہ دوسرا صرف بے

www.zemtime.com

ہوش ہے۔"

"سب بگاڑ دیا ان بے وقوفوں نے..... اور خود بھی ان کے ہاتھوں میں جانے کے لیے تیار ہیں۔" وہ بڑبڑایا۔

"مگر یہ ان لوگوں کا خواب ہے صرف کھلی آنکھوں سے دیکھے جانے والا خواب..... انہیں ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں ملے گا جسے وہ دنیا کے سامنے اپنی گواہی میں پیش کر سکیں۔"

شکر ہے کہ اس نے جونز کی واضح ہدایات کے باوجود جیمز کے علاوہ باقی دو افراد سے "ہیڑ بگ" واپس نہیں لیے تھے بلکہ اسے پہنے رکھنے کی خاص ہدایت کی تھی اور اب حالات اس نہج پر تھے کہ اسے ان تینوں سے چھٹکارا حاصل کرنا ہی تھا۔ ان کے لیے سب سے زیادہ اہم ان کا مشن تھا، انسانی جانوں کی اس کھیل میں کوئی اہمیت نہیں تھی اور ہیڑ بگس کی موجودگی میں وہ بہ آسانی ایسا کر سکتا تھا۔

مگر یہ اس کا پلان نہیں تھا۔

ابراہام اور جونز کی ہدایات کے مطابق انہیں چھاؤنی میں زیادہ سے زیادہ جانی اور مالی نقصان کرنا اور پھر اس کی آڑ میں ان لوگوں کو وہاں سے نکل جانا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی گڑبڑ میں کسی کا دھیان ان کی طرف جانا مشکل تھا۔ یوں وہ زندہ بچ نکلنے میں کامیاب ہو سکتے تھے۔

مگر اب خاصی گڑبڑ ہو چکی تھی۔ اسلحہ خانہ ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا جو ان کا سب سے بڑا نقصان تھا اور اب یہ سب بھی ملیامیٹ ہو رہا تھا مگر یہاں کی حد تک بازی فی الحال اس کے ہاتھ میں تھی۔ اس نے خود کو تسلی دی۔

وہ اب بھی ان سب کو تباہ و برباد کر سکتا تھا اور وہ یہ کرنے والا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے ان تینوں احمقوں کا حساب بھی چکتا کرنا تھا۔ اس کے بعد ہی وہ یہاں سے نکل سکتا تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر کے ساتھ موجود ڈبے کی جانب ہاتھ بڑھایا جس میں کئی بٹن لگے ہوئے تھے۔ اس نے ان میں سے پہلے بٹن کو آف کر دیا۔ ایک لمحے بعد ہی ٹرانسمیٹر پر ہلکے دھماکے کی آواز کے ساتھ ایک زوردار چیخ سنائی دی جو بعد میں کئی مختلف چیخوں میں بدل گئی۔

☆☆☆

کریم، کیپٹن شاہد اور کئی دوسرے فوجیوں کے ہمراہ دوڑتا ہوا ہال میں داخل ہوا، اندر کا منظر دیکھ کر وہ بھونچکا رہ گئے تھے۔

جس شخص کو وہ دروازے کے قریب بے ہوش چھوڑ کر آیا تھا، وہ عجیب کٹی پٹی حالت میں زمین پر تڑپ رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں سے اب چیخوں کی جگہ ہلکی ہلکی بے سروپا آوازیں آ رہی تھیں۔ اس کا چہرہ پگھل چکا تھا اور آنکھیں کسی مائع کے مانند ابل کر لٹک رہی تھیں۔ ہال میں موجود کئی لوگ اس اچانک دھماکے اور پھر یہ سب کچھ دیکھ کر بے اختیار چلا رہے تھے۔

"اوہ خدایا....." کریم نے کہا پھر وہ یک دم پلٹا اور نہایت تیزی سے دوڑتا ہوا باہر نکل گیا۔

"کہاں..... کہاں جا رہے ہیں سر؟" شاہد نے بے اختیار پوچھا اور پیچھے کھڑے فوجی کو کریم کے پیچھے جانے کا اشارہ کیا۔

کریم تیزی سے چھوٹے ہال میں داخل ہوا جہاں جوزف کو اسپتال لے جایا جا رہا تھا۔ دو فوجی اسے اسٹریچر پر ڈال رہے تھے۔

"اس کے کان میں دیکھو..... اس کے کان میں کچھ ہے۔" وہ دور سے چلایا۔ "اسے نکال کر دور پھینک دو۔"

اس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی اسے بازو سے پکڑے ہوئے فوجی نے اسے زمین پر لٹا دیا اور تیزی سے اس کے دونوں کانوں کو ٹٹولا۔ دائیں کان میں اس کی انگلیاں کسی ٹھوس چیز سے ٹکرائیں۔ اس نے انگلی کی مدد سے اسے باہر کھینچا عام موبائل والے ایئر پلگ کے مقابلے میں وہ زیادہ سختی اور مضبوطی سے اپنی جگہ پر موجود تھا۔ اس نے کھینچ کر اسے باہر نکالا اور اسے قدرے خالی جگہ پر پھینک دیا۔

چند ہی لمحوں میں اس ایئر پلگ نے پگھلنا شروع کیا۔ پھر یکلخت وہ ایک ہلکے سے دھماکے سے پھٹ گیا۔ جس کے بعد اس میں سے تیزاب نما کوئی چیز نکلی جس نے ٹائلز زمین تک میں سوراخ سا کر دیا۔ وہ سب پلک جھپکائے بغیر اس کو دیکھ رہے تھے۔ جوزف اب بھی بے ہوش تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ چلنے والی موت صرف چند لمحوں کے فاصلے سے اس سے دور ہو گئی تھی۔ کریم دونوں گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کے جھکا ہوا گہری سانسیں لے رہا تھا۔

"اسے سخت سیکیورٹی میں رکھنا ہے اور لیوی کو بھی....." اس نے اپنے ساتھ کھڑے لیفٹیننٹ شاکر سے کہا۔

"یس سر..... سیف ہاؤس میں منتقل کیا جا رہا ہے۔" اس نے ایڑیاں بجائیں اور پھر وہ لوگ جوزف کو لے کر تیزی سے وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اب ان کے پاس دو ثبوت ہو گئے تھے۔

☆☆☆

www.zemtime.com

جونز کو اب اس کام میں لطف آنے لگا تھا۔ بلیڈ کا وار لگتے ہی سامنے والا جیسے حیرت زدہ، سراسیمہ اور پھر درد و تکلیف کا شکار ہوتا تھا۔ اس سے اس کی حیوانی جبلت کو بہت تسکین حاصل ہوتی تھی۔ دل چاہتا تھا کہ ہر آنے جانے والے پر اپنے بلیڈ کا جادو چلائے مگر مسئلہ یہ تھا کہ وہ ان کی تکلیف سے لطف اندوز ہونے کے لیے وہاں رک نہیں پاتا تھا۔

اس نے اس کام کے لیے خصوصی بلیڈ بنوائے تھے جن کو ہاتھ میں باندھا جاتا۔ اس کا باہری بلیڈ چار انچ سے زیادہ لمبا تھا اور اتنا تیز تھا کہ گوشت کو مکھن کے مانند کاٹتا ہوا گزر جاتا تھا۔

وہ اس وقت کمپیوٹر کے سامنے بیٹھا تھا جس کے ساتھ ایک بڑی اسکرین منسلک تھی اور سی سی ٹی وی کیمرا فوٹیج کی طرح الگ الگ ڈبے بنے ہوئے تھے جس میں شہر کے مختلف علاقے نظر آرہے تھے۔

پولیس ڈپارٹمنٹ ہر روز خنجر برداروں سے نمٹنے کے لیے شہر کے مختلف علاقوں میں ناکوں، چیکنگ اور پٹرولنگ کا جو خفیہ پلان بناتا تھا وہ ''ڈالرز'' کی مہربانی سے ہر روز اس کی اس اسکرین پر موجود ہوتا تھا اور وہ اسی کو دیکھتے ہوئے اپنے اور اپنی ٹیم کے لیے محفوظ پروگرام بناتا تھا۔ جگہوں کا انتخاب کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ ہر روز کی بڑھتی پٹرولنگ کے باوجود اب تک اس کی ٹیم کا کوئی ایک فرد بھی پکڑا نہیں گیا تھا۔

''جونز تمہیں ٹیم کے معاملے میں محتاط رہنا ہوگا.....'' جیمز نے اسے پہلے دن یہ ہدایت دی تھی۔ ''یہاں کے لوگ خاصے بے پروا ہیں۔''

''اگر ان میں کوئی بے پروائی کرے گا تو نقصان اسی کا ہوگا۔'' اس نے مسکرا کر کہا تھا۔ ''پکڑے جانے کی صورت میں یہ زیادہ سے زیادہ رقوم کی وصولی کا ذریعہ اور ایک فون نمبر بتا سکتے ہیں جن سے کوئی بھی مجھ تک نہیں پہنچ سکتا اور جس تک پہنچا جا سکتا ہے، وہ بھی میرے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتا کیونکہ اس سے میں ہمیشہ پبلک فون سے بات کرتا ہوں۔''

''گڈ پلاننگ.....'' جیمز بولا۔

''ویسے یہ ہمیں مزید کتنے عرصے تک جاری رکھنا ہے.....؟''

''بس یہ ہفتہ اور.....'' جیمز نے جواب دیا۔ ''اس کے بعد اسے ختم کر دیا جائے گا۔''

''ٹھیک ہے، کیا اس کے بعد اگلے مرحلے کا کام شروع ہوگا؟''

''بالکل۔'' جیمز بولا۔ ''مگر اس بارے میں ہم بعد میں بات کرتے ہیں۔''

''ٹھیک ہے جیمز جیسا تم پسند کرو.....'' جونز نے خوش دلی سے کہا اور کال بند کر کے اسکرین کی جانب متوجہ ہوگیا۔

☆☆☆

بم ڈسپوزل اسکواڈ کے ارکان تیزی سے تینوں ہالوں میں پہنچ گئے تھے۔ کریم اس وقت بڑے ہال میں تھا۔ جیمز کی باقیات کو وہاں سے اٹھایا جا چکا تھا اور فرش کی ممکنہ صفائی بھی کر دی گئی تھی۔

ہال میں موجود افراد کے چہروں پر اب اطمینان کی چمک تھی۔ انہیں اپنے مرنے والے ساتھیوں کا غم بھی تھا اور جو کچھ گزر گیا تھا اس نے ان کے اعصاب کو بھی توڑ دیا تھا۔ وہ اپنی کرسی پر اسی طرح بیٹھے اسکواڈ کے لوگوں کی جانب امید بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

کچھ ہی دیر بعد ان کا سربراہ کیپٹن شایان، کریم کے پاس آیا۔

''کیا ہوا کیپٹن؟ کچھ کامیابی حاصل ہوئی؟ یہ کس طرح کے بم ہیں؟'' کریم نے اسے دیکھ کر سوالات کی بھرمار کر دی۔

''سر..... یہ..... یہ بم نہیں ہیں۔'' وہ بالآخر بولا۔

''کیا مطلب؟ تمہارے کہنے کا مطلب ہے کہ ان کی کرسیوں کے نیچے بم نہیں ہیں یعنی انہیں صرف بلف کیا گیا ہے؟'' اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

''میں یہ نہیں کہہ رہا ہوں سر..... جو چیز ان کی کرسیوں کے نیچے موجود ہے، وہ بم سے بھی زیادہ خطرناک اور جدید ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے بتایا۔

''کیا چیز ہے وہ؟''

''وہ الیکٹرولائسز قسم کا ایک آلہ ہے جس میں بہت زیادہ کرنٹ قید ہوتا ہے ایک بار ایکٹیو کیے جانے کے بعد انہیں ڈی ایکٹیویڈ کر پانا بہت مشکل اور خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔''

''اس سے دھماکا ہوتا ہے؟'' کریم نے پوچھا۔

''نہیں اس سے یہ لگتا ہے کہ جیسے کوئی بہت زیادہ شدید کرنٹ لگنے سے مرا ہو..... رنگت سیاہ پڑ سکتی ہے۔''

کریم کو یاد آیا کہ اسے بتایا گیا تھا کہ سب سے پہلے جن دو افراد کو ہلاک کیا گیا تھا، ان میں سے ایک لاش بری

www.zemtime.com

طرح جھلسی ہوئی تھی۔

''تو اب اس کو بیکار کرنے کے لیے کیا، کیا جانے چاہیے۔'' کریم کی پیشانی پر چھوٹی سی رگ ابھر آئی تھی۔

''ہم پھر بھی کوشش کر رہے ہیں اگر الیکٹرانکس کے ماہر کو بلا لیا جائے تو اچھا ہوگا۔''

''میں ابھی بلا رہا ہوں۔'' چند لمحوں میں کریم نے حشمت اللہ کو موجودہ صورتِ حال کے بارے میں رپورٹ کر کے ان سے ممکنہ وسائل کی بات کر لی۔ چھاؤنی میں موجود الیکٹرانک انجینئرز آفس آنے کے لیے فوراً الرٹ کر دیے گئے تھے۔

''تمہارا کیا خیال ہے کیپٹن کیا وہ اس معاملے کو حل کر سکیں گے؟'' کریم نے پوچھا۔

''شاید..... جہاں تک میرے تجربے کی بات ہے، یہ الیکٹرولائسز ایکٹیو ہیں۔ ان کا تعلق یہاں کسی ڈسٹری بیوشن سے نہیں ہے کہ اسے بند کر کے انہیں ختم کیا جا سکے۔ یہ خود اپنے اندر اپنا کرنٹ پیدا کرتے ہیں اور یہ ایک ہاتھی کو بھی ختم کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔'' وہ مایوسی سے بولا۔ ''ہو سکتا ہے کہ انجینئرز اس حوالے سے کوئی راستہ نکال پائیں۔''

''اور..... اگر نہ نکال پائیں تو.....؟ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اس صورت میں ہم کیا کر سکیں گے..... تمہارے خیال میں بچت کا کیا راستہ ہو سکتا ہے؟''

''کوئی یقینی راستہ نہیں بتا سکتا۔ وہ ویسی طریقہ ہے کہ کرسی پر فوراً اتنا ہی وزن رکھ دیا جائے مگر یہ بھی دیرپا راستہ نہیں ہے۔'' وہ بولا۔

''ہاں ایک بات ہو سکتی ہے ہمارے پاس جو ریموٹ ہیں وہ ان سے غالباً کوئی راستہ نکال پائیں۔''

انجینئرز کچھ ہی دیر میں وہاں پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے الیکٹرولائسز کا اچھی طرح معائنہ کیا اور پھر اس کے ریموٹ کی چھان بین شروع کی۔

''ایک راستہ ممکن ہے.....'' کچھ دیر بعد ٹیم ہیڈ نے کریم کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔

''شکر ہے کہ کوئی راستہ ہے۔'' اس نے تھوڑی سی بلند آواز میں کہا پھر اپنے نارمل لہجے میں پوچھا۔ ''جلدی بتاؤ۔'' وہ اردگرد ان کرسیوں پر بیٹھے افراد کی بے چینی اور خوف کو محسوس کر رہا تھا۔

''سر اس آلے میں بنیادی کام ان تین تاروں کا ہے ان میں سے یہ سرمئی تار کو کاٹ کر ہم اندر موجود کرنٹ سپلائی کے نظام کو توڑ سکتے ہیں۔'' اس نے لیپ ٹاپ پر موجود اسکیچ کو کریم کے سامنے کرتے ہوئے بتایا۔

''اس سے کوئی خطرہ تو نہیں ہوگا، میرا مطلب ہے کہ یہ بات یقینی ہے کہ یہی تار کرنٹ سپلائی کر رہی ہے؟''

''جی ہاں..... اس سسٹم کے مطابق یہی ہونا چاہیے مگر پھر بھی اس قسم کے آپریشن میں کم از کم پندرہ فیصد خطرہ تو ہوتا ہی ہے۔'' اس نے جواب دیا۔

''مگر یہاں خطرے کا مطلب ایک جان کا زیاں ہے۔'' کریم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''ہم ان خالی کرسیوں کا استعمال کر سکتے ہیں؟''

''جی..... میں دیکھتا ہوں.....'' وہ ان کرسیوں کی جانب بڑھتے ہوئے بولا۔ ان کرسیوں پر بیٹھنے والے اپنی جان سے گزر چکے تھے۔

''نہیں سر..... یہ آلہ شاید بیٹھنے کے بعد ہی کام شروع کرتا ہے۔ ہمیں کسی ایکٹیو الیکٹرولائسز کی تار کاٹنی پڑے گی۔''

''اگر وہ تار ٹھیک ہوتی ہے، تمہارا اندازہ بھی درست ہو اور کوئی غلطی بھی نہیں ہو تو پھر کیا کرنٹ بالکل ختم ہو جائے گا؟'' کریم نے پوچھا۔

''تقریباً اگر کچھ باقی بھی رہا تو وہ بہت ہی کم طاقت کا مالک ہوگا جس سے کوئی نقصان نہیں ہوگا۔''

''ٹھیک ہے، ہمیں کچھ تو کرنا ہی ہوگا مگر ایک سوال ہے؟'' کریم نے کہا پھر اس نے بہ آواز بلند پوچھا۔ ''کیا آپ لوگ بتا سکتے ہیں کہ آپ کے ان ساتھیوں کو جو ان کرسیوں پر بیٹھے تھے، شہید کر دیا گیا تو پھر یہاں کچھ ہوا تھا کچھ ہلکا دھماکا یا کرنٹ.....؟''

''نہیں ایسا تو نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے آرام سے انہیں اٹھا کر نیچے پہنچا دیا تھا۔'' احمد علی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''یہ تو سوچنے والی بات ہے، اصولاً تو ان کے اٹھتے ہی یہ سب ہونا چاہیے تھا اور پھر جو کوئی انہیں اٹھاتا اسے بھی کرنٹ لگنا چاہیے تھا؟''

''جی..... جی.....'' احمد علی نے کریم کی بات دہرائی ''اس کا مطلب ہے کہ کرنٹ نہیں ہے۔ یہ سب، سب کچھ بکواس ہے۔ ہم خواہ مخواہ ڈر رہے ہیں۔ یہاں کرنٹ یا بم نہیں ہے۔'' وہ یہ کہہ کر جذباتی ہو گئے۔

''نہیں، نہیں۔ آپ سب اپنی جگہ بیٹھے رہیں، ابھی کچھ کہا نہیں جا سکتا۔'' کریم نے تیزی سے کہا۔

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014

جذبات کے عالم میں وہ کھڑے ہی ہو گئے۔ ان کے کھڑے ہوتے ہی ان کے پیروں کو عجیب سا جھٹکا لگا اور پھر وہ کرسی پر ڈھے گئے، ان کا پورا جسم لرز رہا تھا۔

''اوہ..... یہ کیا ہوا.....؟'' کریم لپک کر ان کے قریب پہنچا۔

اس سے پہلے ایک فوجی نے انہیں گھسیٹنا چاہا مگر وہ کرسی سے چپک چکے تھے۔ اس کا ایک ہاتھ اس کوشش میں کرنٹ کی لپیٹ میں آ گیا جسے بمشکل بچایا گیا۔

''جلدی کرو، ان کی مدد کرو..... لکڑیاں لاؤ وہاں سے۔'' کریم چلایا۔ اس نے آگے بڑھ کر انہیں بچانے کی کوشش کی مگر کیپٹن ارسلان اور دیگر نے اسے پکڑ لیا تھا۔ ان کے اردگرد موجود لوگ باقاعدہ چیخ رہے تھے چلا چلا کر رو رہے تھے۔ ان سب کی آنکھوں کے سامنے وہ بے جان سے ہو گئے، ان کا جسم اور چہرہ سیاہ پڑ چکا تھا۔ کریم ساکت سا کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اس طرح ایک انسان موت کے گھاٹ اتر گیا ہے۔

☆☆☆

غضنفر اس وقت لائی ڈیٹیکٹر (lie detector) کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اس مشین کے بارے میں خاصا کچھ جانتا تھا اسے ایک بار کسی نے بتایا تھا کہ آپ مشین کے سامنے جو بات بتانا چاہتے ہیں خود بھی وہی سوچیں اور اسی کو حقیقی سچ سمجھیں تو مشین آپ کا جھوٹ نہیں پکڑ سکے گی اور وہ یہی کرنے جا رہا تھا۔ اس کے سامنے میز کی دوسری جانب میجر عدنان، کیپٹن شفیق اور ڈاکٹر ثریا موجود تھے۔

''تم کیا کام کرتے ہو؟'' ڈاکٹر ثریا کے اوکے کے اشارے پر کیپٹن شفیق نے پوچھا۔

''کام..... پتا نہیں..... کچھ کرتا تو ہوں مگر یاد نہیں آ رہا۔'' غضنفر نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

''تم تاشی کو جانتے ہو؟'' میجر عدنان نے اچانک پوچھا۔

''کک کون تاشی.....؟'' غضنفر نے جواب میں سوال کیا۔

''تم نے سارہ جی کو اغوا کیا تھا؟''

''میں نہیں جانتا.....'' غضنفر نے کہا۔

''کتنے لوگوں کو مار چکے ہو اب تک.....؟'' کیپٹن شفیق نے پوچھا۔

''میں نے نہیں مارا۔ میں کیوں ماروں گا؟''

''جب تمہیں کچھ یاد نہیں تو کیسے کہہ سکتے ہو تم یہ؟'' کیپٹن شفیق بولا۔

''مجھے لگتا نہیں کہ میں نے ایسا کیا ہو۔''

''مگر ہمیں تو لگتا ہے، تم تو بھول گئے ہو مگر تمہیں یہاں ایک بم دھماکے کے سلسلے میں لایا گیا ہے جس سے تم نے ایک مارکیٹ میں 90 لوگوں کی جان لی اور وہیں تم بھی زخمی ہوئے اور سب کچھ بھول گئے۔'' میجر عدنان نے دھیمے لہجے میں کہا۔ ''ویسے یہ سب آن ریکارڈ ہے۔ سارے ثبوت، گواہ سب موجود ہیں۔ تمہاری یادداشت کھونے سے اس معاملے میں کوئی خاص فرق پڑے گا نہیں۔''

''میں نے یہ سب نہیں کیا..... یہ سب جھوٹ ہے۔''

غضنفر ایک لمحے کے لیے بالکل گھبرا گیا تھا۔ یہ خفیہ والے اس کے خلاف ایسی چال چلیں گے یہ تو وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ایسے تو وہ اسے لٹکانے کا پورا انتظام کر چکے ہیں۔ نہ جانے کس کا گناہ وہ اس کے سر منڈھ رہے تھے۔ حقیقت میں تو وہ اچھے خاصے خون کر چکا تھا مگر بم دھماکے میں ہونے والے یہ خون تو اس نے کیے ہی نہیں تھے۔ اگر وہ کرتا بھی تو اس کا کام کمرے میں بیٹھ کر حکم دینا ہی ہو سکتا تھا۔ سوچیں اس کے ذہن کو گھیرے ہوئے تھیں۔

''اس دھندے میں کب سے ہو تم غضنفر؟'' کیپٹن شفیق کی آواز نے اسے چونکا دیا۔

''کس..... کس دھندے میں؟'' وہ بولا۔

''اسی بم دھماکوں کے کام میں؟ بم بنا لیتے ہو؟''

''نہیں، نہیں..... میں نے کبھی بم نہیں بنایا نہ یہ کام کیا ہے۔''

''تو پھر کیا کام کرتے تھے تم.....؟'' کیپٹن شفیق نے کہا۔ ''اگر تم کہتے ہو تم نے یہ سب نہیں کیا تو پھر جو تم نے کیا ہے، اس پر بات کر لو..... اگر تم نے یہ نہ کیا تو ظاہر ہے کہ جو ہمیں صحیح لگے گا وہ تو ہم کریں گے نا۔''

غضنفر اس بات پر بالکل چپ رہا۔

''غضنفر!'' ڈاکٹر ثریا کے اچانک پکارنے پر وہ چونکا، اس کی جانب دیکھا اور پھر سر نیچے کر لیا۔

''تو تمہارا نام غضنفر ہے نا.....'' وہ مسکرائی۔

''مجھے نہیں پتا..... میرے سر میں شدید درد ہو رہا ہے بہت درد..... مجھے چکر آ رہے ہیں۔ میرا سر گھوم رہا ہے..... مجھے کچھ نظر نہیں آ رہا۔'' وہ بولا اور جھولتا ہوا زمین پر آ رہا۔

''اسے کمرے میں پہنچا دو۔'' کیپٹن شفیق نے پیچھے کھڑے نوجوان سے کہا اور پھر ڈاکٹر ثریا کی جانب دیکھا۔

www.zemtime.com

''آپ کیا کہتی ہیں؟'' میجر نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

''اسے سب یاد ہے میجر..... شروع میں تو مجھے بھی یقین ہو گیا تھا کہ وہ سچ بول رہا مگر بم دھماکے کے بعد سے اس کے دماغ کی ریڈنگ بالکل ہی تبدیل ہو گئی۔ وہ جانتا ہے کہ وہ اس نے نہیں کیا اور اسے سب یاد ہے۔ میں کافی حد تک یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ وہ اداکاری کر رہا ہے۔'' وہ بولی۔

''گڈ تو پھر ہم بھی اس سے اداکاری ہی کرائیں گے۔'' میجر عدنان مسکرایا۔

''وہ خود سب کچھ قبول کر لے گا۔''

''جی..... جی.....'' ڈاکٹر ثریا، غضنفر کے ریکارڈز کی کاپی نکالتے ہوئے بولی۔ ''یہ دیکھیں اس ایک سوال کے بعد اس کے پولی گراف میں اس کا بلڈ پریشر، ہارٹ ریٹ، سانسوں کی رفتار سب میں فرق آیا ہے۔ حتیٰ کہ الیکٹرو۔ ڈرمل ایکٹیویٹی بھی بڑھ گئی ہے۔''

''شکریہ ڈاکٹر صاحبہ.....'' میجر عدنان نے جواباً کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

اس کا شک سچ ثابت ہوا تھا، غضنفر مکر کر رہا تھا اور اسے اب یہ جھوٹ مہنگا پڑنے والا تھا۔

☆☆☆

سونیا کمرے میں اکیلی تھی۔

رات گہری ہو چلی تھی۔ وہ خاموشی سے بستر پر دراز اردگرد کا جائزہ لے رہی تھی۔ کمرے کو خوب صورتی سے سجایا گیا تھا۔ فرنیچر بھی اچھا تھا اور ضرورت کی ہر چیز یہاں میسر تھی۔ 'یہ لوگ اچھے ہیں۔' اس نے سوچا۔ 'وہ لڑکی، وہ ڈاکٹر اور وہ بوڑھا آدمی..... اب تک یہاں وہ ان تینوں سے ہی ملی تھی اور تینوں نے اس سے محبت اور خلوص کا رویہ رکھا تھا۔

مگر وہ بہت زیادہ الجھی ہوئی تھی۔ اس کے ذہن کی اسکرین پر سوالات بری طرح رقصاں تھے۔

آخر وہ تھی کون؟

اس کا نام کیا تھا؟

کہاں سے آئی ہے وہ؟

وہ کیا کرتی تھی؟ اس حادثے سے قبل اس کا کوئی خاندان تھا بھی کہ نہیں؟ اگر تھا تو وہ اب تک اس تک کیوں نہیں پہنچا۔ پھر یہ سوچ بھی اس کے لیے سوالیہ نشان ہی تھی کہ یہ لوگ اجنبی ہونے کے باوجود اس کا اتنا خیال کیوں رکھ رہے ہیں۔ اس کے ذہن میں یہ بات بھی موجود تھی کہ اس بوڑھے شخص نے اسے دیکھ کر ''مریم'' کا نام لیا تھا۔ یہ مریم کون تھی؟ وہ یہ سب کچھ جاننا چاہتی تھی مگر اس کے ذہن میں ہر سوال کے جواب میں صرف سکوت اور اندھیرا تھا۔

اس نے دونوں ہاتھوں میں اپنا سر تھام لیا۔

''کیوں یاد نہیں آ رہا مجھے کچھ بھی..... کیوں.....؟'' وہ قدرے زور سے بڑبڑائی۔ ''کون ہوں میں..... آخر ہوں کون میں.....'' وہ بے اختیار یہ سوال دہرائے جا رہی تھی۔

''کیا ہوا بی بی.....'' صائمہ شاید دودھ دینے آئی تھی، اس کی حالت دیکھ کر وہ دروازے پر ہی ٹھٹک گئی۔

''کچھ نہیں۔'' وہ غصے سے چلائی۔ ''تم جانتی ہو میں کون ہوں؟ نہیں جانتی نا.....؟''

''نہیں، آپ.....''

''تو پھر دفع ہو جاؤ یہاں سے.....'' وہ اس کی بات کاٹ کر چیخی۔

''کیا..... کیا ہوا ہے.....'' شور کی آواز مجھے بھی کمرے سے باہر لے آئی۔

''یہ سونیا بی بی کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔'' صائمہ نے گڑبڑا کر مجھے بتایا، وہ اس کے کمرے سے ہی باہر نکلی تھی۔

''کیا ہو گیا سونیا کو.....؟'' ابھی تو میں سب ٹھیک چھوڑ کر گئی تھی۔'' میں اس کے کمرے کی جانب بڑھی۔ ''علی گھر پر ہے؟ میں نے رک کر صائمہ سے پوچھا۔

''جی باجی.....''

''علی صاحب کو بھیج دو..... بتا بھی دینا۔''

''ٹھیک ہے۔'' وہ میری بات سن کر تیر کی طرح علی کے کمرے کی طرف گئی۔

''سونیا..... کیا ہوا ہے؟'' میں نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ وہ بہت پریشان لگ رہی تھی۔

''سونیا..... کیا یہ میرا نام ہے؟'' اس نے پوچھا۔

''ہاں، تب ہی تو ہم سونیا کہہ رہے ہیں تمہیں۔'' میں نے اس کا بازو تھپتھپاتے ہوئے کہا۔

''یہ نام تو مجھے آپ لوگوں نے دیا ہے..... میں ہوں کون؟ کہاں سے آئی ہوں؟ مجھے کیوں کچھ یاد نہیں آ رہا؟''

''آ جائے گا..... کچھ وقت دو اپنے آپ کو.....'' میں نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''کیا ہو گیا بھائی..... تم عورتوں نے طے کر رکھا ہے کہ مجھے یعنی اسمارٹ ذہین اور قابل ڈاکٹر علی احمد کو سونے نہیں دو گے۔'' علی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے

www.zemtime.com

پوچھا۔
''علی، سونیا کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔'' میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔
''کیا ہوا سونیا.....؟'' علی نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔ ''اور اب آپ مجھے بیٹھنے کی جگہ عطا کریں گی..... ڈاکٹر کو مریض کے بالکل سامنے بیٹھنا چاہیے۔'' میرے پیچھے ہٹنے پر وہ سونیا کے سامنے بیٹھ گیا۔
''کیوں الجھ رہی ہو؟ کیوں خود کو پریشان کر رہی ہو؟'' اس بار اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔
''مجھے کچھ یاد نہیں آرہا؟ میں کوشش کر رہی ہوں تب بھی نہیں۔'' وہ بے بسی سے بولی۔ اس کی خوب صورت آنکھوں میں آنسو تھے۔
''تو.....؟ اگر یاد نہیں آرہا تو اتنا پریشان ہونے کی کیا بات ہے؟''
''ہے بات.....''
''نہیں ہے کیونکہ ہمیں میڈیکلی معلوم ہے کہ اس کی وجہ چوٹ ہے اور یہ عارضی ہے تمہاری یادداشت کبھی بھی واپس آسکتی ہے تو خود کو صحت مند کرو اور انتظار کرو.....''
''مگر مجھے معلوم ہی نہیں کہ کون ہیں؟ یہ سب آسان نہیں ہے۔'' وہ بھیگی ہوئی آواز میں بولی۔
''بالکل نہیں ہے اگر تم اسی طرح سوچتی رہیں تو..... یوں بھی تمہیں ایک نام بھی مل گیا ہے سونیا، بابا نے تمہیں اپنی بیٹی بنالیا۔ تمہارے پاس ایک گھر بھی ہے جہاں سارہ موجود ہے تمہاری بے بی سٹنگ کے لیے..... اور پھر میں بھی ہوں..... یاد ہے میں نے کیا کہا تھا.....؟''
''کیا؟''
''اسمارٹ، ذہین اور قابل ڈاکٹر علی.....''
''اوہ.....'' وہ مسکرائی۔
''صرف اوہ..... یعنی تمہیں اس بیان پر یقین نہیں ہے۔'' علی نے غم زدہ لہجے میں پوچھا۔
''یقین ہے۔'' وہ بولی۔ ''مگر میرا ذہن میرے قابو میں نہیں ہے۔ اتنی سخت اُلجھن ہوتی ہے کہ میں اسے الفاظ میں بیان نہیں کرسکتی۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔
''میں سمجھتا ہوں اور اس کے لیے میں کچھ لایا ہوں۔''
''کیا؟'' سونیا اور میں نے ایک ساتھ پوچھا۔
''دو منٹ رکیے لیڈیز اور تم تیسری لیڈیز.....'' اس نے دروازے پر دودھ کا گلاس تھامے کھڑی صائمہ کو بلایا۔
''جی علی صاب.....'' اس نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔
''یہاں تشریف لاکر دودھ کا یہ گلاس ان میڈم کی خدمت میں پیش کریں گی آپ؟'' اس نے پوچھا۔
''جی..... جی.....'' وہ گلاس لے کر سونیا کی جانب بڑھی جسے علی نے اس کے ہاتھ سے لے لیا۔
''بہت شکریہ آپ کا..... مجھے دے دیجیے۔'' اس نے ہاتھ میں موجود گولیاں سونیا کی جانب بڑھائیں۔ ''یہ لو..... یہ دوا لے لو اور یہ دودھ پی لو پھر دیکھتے ہیں کہ کیا کرنا ہے۔''
''سونیا کو دوا دینے کے بعد وہ چند باتیں بگھار کر کمرے سے باہر نکل گیا۔
''کیا دیا ہے اسے..... نیند کی گولیاں۔'' میں نے کمرے سے باہر نکل کر پوچھا۔
''ہاں..... سکون آور ہے، اس کی اسے ضرورت ہے۔''
''ٹھیک ہے..... میں صائمہ کو اس کے کمرے میں سونے کو کہہ دیتی ہوں۔'' میں نے کہا۔
''ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔'' علی نے سر ہلایا۔ ''تم بھی سو جاؤ اب.....''
''پتا نہیں کریم کیا کر رہا ہوگا، وہاں کیا ہو رہا ہوگا۔'' میں نے آہستگی سے کہا۔
''کریم انشاء اللہ کامیاب واپس آئے گا۔'' علی نے پُریقین انداز میں کہا۔ ''مشن کے دوران رابطہ ناممکن ہے، ضروری ہوا تو وہ خود کرے گا۔''
''اور جو یہ خبریں پھیل رہی ہیں؟'' میں نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ ''یہ تو عجیب ہی تاثر دے رہی ہیں۔''
''ہم تو سمجھ سکتے ہیں نا کہ یہ سب ہو ہی اسی مقصد سے رہا ہے۔ بلی کھل کر تھیلے سے باہر آگئی ہے لیکن ان کے ناپاک عزائم کبھی پورے نہیں ہونے والے.....'' علی بھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''ملکی میڈیا تو اس بارے میں بالکل خاموش ہے، انٹرنیشنل بھی روکا جا رہا ہے مگر آج کے دور میں خبر کا رکنا ناممکن ہے۔''
''مجھے لگ رہا ہے کہ آج یہ معاملہ حل ہو جائے گا۔'' میں نے کہا۔
''ہاں ہونا بھی چاہیے۔ کوئی ہم پر دھوکے سے حملہ کر سکتا ہے مگر ہمیں اس سے نمٹنا آتا ہے۔'' علی کے لہجے میں غصہ اور یقین سب کچھ تھا۔
''کریم خیریت سے آجائے گا نا؟'' میری تشویش بالآخر لبوں پر آگئی۔

www.zemtime.com

''بالکل آجائے گا..... یقین رکھو اس بات کا..... وہ کریم ہے..... لیفٹیننٹ کرنل کریم، کمانڈوز ٹرینر اور سب کے ساتھ انڈر کور یعنی خفیہ ترین' وہ خیر سے بھی آئے گا اور فاتح بن کر بھی..... بھائی ہے وہ میرا۔'' علی فخر سے کہہ رہا تھا۔ اس کا یقین میرے دل کا اطمینان بن کر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ لے آیا تھا۔

☆☆☆

حشمت اللہ تک تمام خبریں پہنچ رہی تھیں۔

معاملات کے قابو میں آنے کے بعد بھی وہ ابھی تک اپنے یرغمال لوگوں کو آزادی نہیں دلا پا رہے تھے۔ اس چیز نے انہیں مضطرب اور پریشان کر رکھا تھا۔ وہ اندرونی مسائل میں اس طرح اُلجھے ہوئے تھے کہ ابھی تک انہیں عالمی میڈیا میں چلنے والی خبروں اور اپنے آڈیو کے چلنے تک کی خبر نہیں تھی۔

فون بجا تو انہوں نے اسکرین پر نظر ڈالی۔ کال ہائی کمان کی طرف سے تھی۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے حشمت؟'' دوسری جانب سے سخت آواز ابھری۔

''کیا سر.....؟ آپ کس بارے میں پوچھ رہے ہیں؟'' حشمت اللہ نے سوال کیا۔ ''چھاؤنی اور اس کے تمام تر حالات تو آپ کے علم میں ہیں۔ میں باقاعدہ رپورٹنگ کرتا رہا ہوں۔ ہمارے لوگوں نے اس سازش کا سر کچل دیا ہے۔ تمام دہشت گرد یا تو مارے جا چکے ہیں یا گرفتار ہیں.....''

''میں اس معاملے کی بات نہیں کر رہا حشمت! ہم نے وقت لینے کے لیے جو اسٹریٹجی بنائی تھی، وہ باہر کیسے آگئی؟ وہ بھی تمہاری آواز میں؟'' انہوں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

''میری آواز میں.....؟''

''ہاں تمہاری آواز میں، جس میں تم دہشت گردوں کو فون پر یقین دلا رہے ہو کہ ہم انہیں ایٹمی ہتھیاروں تک رسائی دینے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔'' وہ غرائے۔

''مگر میں نے تو.....'' وہ کہتے کہتے چپ ہو گئے۔ یہ حرکت یقیناً ان کے کمرے میں الماری میں بند اسی دہشت گرد کی تھی۔ وہ صرف جاسوسی نہیں کر رہا تھا بلکہ ان کی خبریں کہیں اور بھی پہنچا رہا تھا۔ انہوں نے افسوس سے سر ہلایا اور مختصر لفظوں میں اس کی تفصیل بتائی۔

''آہم..... حشمت ایک دہشت گرد تمہارے کمرے کی الماری میں گھسا رہا اور تم لوگوں کو خبر نہیں ہوئی؟'' انہوں نے سب کچھ سننے کے بعد دریافت کیا۔

''سر وہ الماری استعمال میں نہیں تھی اور یہاں اتنا کچھ ہو رہا تھا کہ اس جانب توجہ نہیں جا سکی۔ مگر یہ بڑا نقصان ہو گیا ہے۔ میں شرمندہ ہوں سر..... میں اس کا ذمے دار ہوں۔''

''ہماری جانب سے اس آڈیو کی تردید جاری کی جا رہی ہے۔ تم نے ایسا کوئی معاملہ نہیں کیا ہے باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔ صورتِ حال کیا ہے؟'' اس بار لہجہ تھوڑا نرم تھا۔

''سر حالات پر تقریباً قابو پا لیا گیا ہے۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

''تقریباً کیا ہوتا ہے حشمت؟ کیا اس سے میں یہ سمجھوں کہ کسی ایک جگہ اُن میں سے کچھ لوگ موجود ہیں؟''

''نہیں سر، حملہ آور تو مارے اور پکڑے جا چکے ہیں لیکن ہمارے آفس ونگ میں جہاں انہوں نے ورکرز کو یرغمال بنایا تھا، کچھ گڑبڑ موجود ہے۔ ان کی نشستوں کے نیچے بم تھے جو بعد میں الیکٹرونائز رثابت ہوئے ہیں اب ان کی بیس سمجھ کر انہیں بیکار کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔''

''ٹھیک ہے، کیا تم نے متعلقہ ماہرین کو طلب کر لیا ہے؟''

''یس سر' ہمارے انجینئرز کی ٹیم، بم ڈسپوزایبل اسکواڈ اور دیگر ماہرین وہاں موجود ہیں اور اس کا حل نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

''اس مسئلے کو آج رات حل ہو جانا چاہیے تاکہ ہم کل اس معاملے پر بین الاقوامی سطح پر بات کر سکیں۔''

''میں سمجھتا ہوں سر..... یہ صرف چھاؤنی پر حملہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک بڑی سازش ہے جس میں ہمیں فٹ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔'' حشمت اللہ نے سنجیدگی سے کہا۔

''اور جس مہارت سے یہ سب کیا گیا ہے، وہ کوئی نئی جماعت نہیں کر سکتی۔ اس کے پیچھے ماہر خفیہ ایجنسیوں کا ہاتھ ہے۔''

''بالکل یہی بات ہے۔ کچھ عرصہ قبل ہمیں اس سازش کا کچھ تانا بانا ملا تھا تب ہی ہم تیزی سے اس معمے کو حل کرنے میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ چلیں اس پر پھر بات ہو گی..... فی الحال کے لیے یہ ہے کہ یوں تو میڈیا اس طرف نہیں آئے گا۔ ہم نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ یہ ملکی مفاد اور سلامتی کا مسئلہ ہے اور اس میں کسی قسم کی غلطی قابلِ قبول یا قابلِ برداشت نہیں ہو گی۔ اگر کسی وجہ سے ایسا ہو تو تم کو

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014

اسے سنبھالنا ہوگا۔"

"آپ فکر نہ کریں سر! میں خود بھی اس کا خیال رکھوں گا اور متعلقہ محکمے کو بھی اچھی طرح ہدایت جاری کر دیتا ہوں۔ کل صبح جب سے ہمیں اس سب کا سامنا ہے یہاں سے کسی کو بھی باہر یا گھر جانے کی اجازت نہیں دی گئی ہے نہ ہی نئے اسٹاف کو بلایا گیا ہے تاکہ خبریں گردش میں نہ آئیں۔"

"ٹھیک ہے، امید ہے آج رات بقیہ مسئلے کا بھی ڈراپ سین ہو جائے گا۔ البتہ اس سے جو گرد اُڑی ہے، اسے صاف کرنے میں کافی وقت لگے گا۔" انہوں نے یہ کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

☆☆☆

وہ ایک جدید انداز میں بنا ہوا کانفرنس ہال تھا جس کے درمیان اوول شیپ (بیضوی انداز) کی بڑی سی کانفرنس ٹیبل موجود تھی۔ اس کے اردگرد بارہ نہایت قیمتی اور آرام دہ کرسیاں موجود تھیں جو اس وقت تمام کی تمام بھری ہوئی تھیں۔

عام کانفرنس رومز کی مانند یہاں اسکرین وغیرہ موجود نہیں تھی بلکہ اس کی جگہ میز کے عین درمیان میں ایک چھوٹا سا آلہ لگا ہوا تھا جس کی مدد سے وہیں فضا میں بغیر کسی اسکرین کے پریزنٹیشن دیکھی جا سکتی تھی۔ اس وقت وہاں ایک نقشہ نظر آ رہا تھا۔ جس پر ساؤتھ ایشیا لکھا ہوا تھا۔

"ہمارے سامنے اس وقت جو مسئلہ ہے، وہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس سے اس خطے بلکہ ساری دنیا کے امن و امان کو شدید خطرات کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ یہ تیسری عالمی جنگ کی ابتدا بھی ہو سکتی ہے جس میں لاکھوں بے گناہ جانیں جا سکتی ہیں۔" ایک گنجے سر والا شخص نہایت جوش و خروش سے تقریر کر رہا تھا۔

"شمعون آپ درست کہہ رہے ہیں لیکن کسی فیصلے پر پہنچنے سے قبل ہمیں ہر رخ کا تجزیہ کرنا اور پھر ان کی وضاحت بھی لینی چاہیے۔" اس کے سامنے والی کرسی پر براجمان سنجیدہ سی شکل والی خاتون نے کہا۔

"مادام جی..... آپ درست کہہ رہی ہیں عام حالات میں ایسا ہی ہونا چاہیے مگر یہ حالتِ جنگ ہے، اس میں دلائل اور وضاحتیں نہیں صرف جنگ ہوتی ہے۔" شمعون نے اصرار کیا۔

"میرے خیال میں اسے حالتِ جنگ کہنا تھوڑا زیادہ ہے۔" درمیانی قدوقامت والے ادھیڑ عمر انگریز نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"آپ یہ کہہ سکتے ہیں کیونکہ آپ فی الحال ان کے براہِ راست نشانے پر نہیں ہیں۔ ان کا پہلا شکار اسرائیل ہی ہوگا، یہ ہمیں یقین ہے اور اسی لیے ہم اس بات پر اتنا زور دے رہے ہیں۔ مسلمان چاہے ایران کے ہوں یا اردگرد کے ان کی سب سے زیادہ دشمنی ہم سے ہی ہے جبکہ ہم تو صرف اپنے ملک کی حفاظت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" وہ معصومیت سے بولا۔

"بہرحال میں اس بات کے حق میں ہوں کہ ہمیں وضاحت کا موقع دینا چاہیے۔" دوسری خاتون نے کہا۔

"دیکھیے..... ہم نے یہ خفیہ اجلاس یہاں پریذیڈنٹ ہاؤس میں رات کے دو بجے اسی لیے طلب کیا ہے کہ ہمیں اس مسئلے کی سنگینی کا اندازہ ہے۔ اگر ایسا ہو گیا جیسا کہ ہمیں شک ہے تو واقعی دنیا بڑے خطرے میں پڑ جائے گی۔ امریکا اور اس کے اتحادی یقیناً ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ کل اس حوالے سے باقاعدہ گفتگو بھی کی جائے گی اور ان سے اس سارے معاملے کی وضاحت بھی مانگی جائے گی۔ اگرچہ ہمارے پاس ساری معلومات ہیں مگر پھر بھی ہمیں ایک بار اس عمل سے گزرنا ہوگا..... کل اقوام متحدہ کے اجلاس میں بھی اس معاملے کو اوپن میٹنگ میں پیش کیا جائے گا۔" سربراہی کرسی پر براجمان امریکی وزیر دفاع نے کہا۔

"سر، فوری حملہ یا جنگ ضروری بھی نہیں ہے، ہمیں صرف ان کے ایٹمی پروگرام کو ختم کر دینا چاہیے تاکہ اس کے دہشت گردوں کے ہاتھ لگنے کا خطرہ ہی نہیں رہے۔" ایک اور رکن نے دھیمی آواز میں کہا۔

"بالکل یہی..... یہی بات ہم بھی کہہ رہے ہیں۔" شمعون نے اس کی تائید میں کہا۔

"سچ یہ ہے کہ ہم سب ہی یہ چاہتے ہیں کہ کسی بھی اسلامی ملک کے پاس ایٹمی طاقت نہیں ہونی چاہیے اور نہ کسی کمیونسٹ کے پاس ہونی چاہیے۔" امریکی وزیر نے کہا۔

"مگر اس کے لیے مناسب اور بہتر طریقِ کار کا انتخاب کرنا ہوگا۔ اس وقت دنیا بہت سے مسائل کا شکار ہے اور ایسے میں اس معاملے کو سنجیدگی اور دانشمندی سے کام لے کر حل کرنا ہوگا۔ یہ طے ہے کہ ہم سب ایک پیج پر ہیں اور ہم میں سے کسی کو بھی پہنچنے والا کسی بھی قسم کا نقصان ہم سب کا نقصان متصور ہوگا۔ اس نئی جماعت پر بھی بات کی جائے گی اور باقی تمام چیزوں کو بھی دیکھا جائے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" فرانسیسی خاتون نے سر ہلایا۔ "ہم

www.zemtime.com

سب اس پر متفق ہیں۔"

"یہ دشواری دراصل ایک موقع ہے اور ہمیں اس موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔"

"ویل سیڈ مارگریٹ....." امریکی وزیر مسکرائے۔

"آپ جانتی ہیں کہ ہم مواقع ضائع نہیں کرتے بلکہ اگر ضرورت ہو اور موقع نہ ملے تو مواقع بنا لیتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ کھڑا ہو گیا، یہ اجلاس ختم ہونے کا اعلان تھا۔

☆☆☆

ابراہام اپنے شاندار بیڈروم میں اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔

وہ اپنی سونے اور ہیروں سے مرصع گھڑی میں موجود جدید ترین ٹرانسمیٹر پر ڈیوڈ اور جیمز سے گفتگو کر رہا تھا۔ جوں جوں وہ ڈیوڈ کی رپورٹ سن رہا تھا، اس کا غصہ بڑھتا جا رہا تھا۔

"کیا تم لوگ یہ بات سمجھ سکتے ہو کہ اس جگہ آ کر تمہارے بندوں کے ہاتھوں سے سب کچھ اس طرح نکل جانا سارے آپریشن کو متاثر کر سکتا ہے۔ وہ چوبیس گھنٹے بھی اپنا قبضہ برقرار نہیں رکھ سکے۔" وہ غرایا۔

"ہم سمجھ رہے ہیں سر اور اسی وجہ سے پریشانی ہے، دراصل ان کی کمانڈو ٹیم نے سارا منظر بدل دیا..... یوں بھی ان کے بارے میں یہ بات ہمیشہ کہی جاتی ہے کہ ان کا کچھ پتا نہیں ہے، کب ہارتے ہارتے جیت جائیں اندازہ ہی نہیں ہوتا۔" جیمز روانی میں کہتا چلا گیا۔

"میں نے تم سے ان کی تعریفیں سننے کے لیے فون نہیں کیا ہے۔" ابراہام دہاڑا۔ "وہاں جو بندہ گرفتار ہوا ہے، اس کا کوئی بندوبست کیا ہے یا وہ بھی نہیں ہو سکا؟"

"جی سر، لیوی کے لیے دو لوگوں کی ڈیوٹی لگائی ہے وہ اندر ہی کام کرتے ہیں۔"

"کب تک کریں گے وہ یہ کام؟ اسے فوری طور پر ہونا چاہیے ورنہ جیمز یہ غلطی تمہارے حساب میں جائے گی..... ڈیوڈ صحیح کہہ رہا ہے تمہیں اس کے کانوں سے ایئر پلگ نکالنے کا حکم دینا ہی نہیں چاہیے تھا۔" وہ سرد لہجے میں بولا۔

"سر..... سر وہ تو میں نے اس لیے....." اس نے کچھ کہنا چاہا۔

"تاویلیں نہیں سننا چاہتا میں..... لیوی مجھے مردہ چاہیے فوراً باقی سب کی طرح اور کارروائیوں کو تیز کرو..... دنیا کو نظر آنا چاہیے کہ یہاں سب کچھ غیر محفوظ ہے اور اس کے لیے ان کے سب سے بڑے شہر میں کارروائی کرو.....

اظہار تاسف

ایک بوڑھی غیر شادی شدہ عورت نے اخبار پڑھتے ہوئے اپنی ہم عمر غیر شادی شدہ سہیلی کو بتایا۔

"کل لیزا کا تیسرا شوہر بھی انتقال کر گیا اور وصیت کے مطابق اس کی لاش کو نذرِ آتش کر دیا گیا۔"

بوڑھی سہیلی نے ایک طویل آہ بھر کر کہا۔ "کیسی عجیب دنیا ہے ہم میں سے کچھ ایسی ہیں کہ جنہیں ایک شوہر بھی نصیب نہیں ہوتا اور کچھ ایسی بھی ہیں جو شوہر پر شوہر نذرِ آتش کرتی جا رہی ہیں۔"

خواہش

ایک آدمی کی اپنے ایک پرانے دوست سے ملاقات ہوئی۔ اس کا دوست اب معمولی آدمی نہیں رہا تھا بلکہ وہ ایک دیوتا کا روپ دھار چکا تھا۔ آدمی نے اس سے اپنی مفلسی کا رونا رویا۔ دیوتا نے تحمل سے اس کی بپتا سنی۔ پھر سڑک کے کنارے پڑی ہوئی ایک اینٹ کی طرف انگلی سے اشارہ کیا۔ اینٹ فی الفور سونا بن گئی۔ دیوتا نے وہ سونا اپنے دوست کو دے دیا مگر دوست مطمئن نہیں ہوا۔ دیوتا نے اسے مطمئن کرنے کے لیے سونے کا ایک بڑا سا مکان بنا کر دے دیا لیکن اس کی اب بھی تسلی نہیں ہوئی۔ دیوتا نے سوال کیا۔

"دوست تم اور کیا چاہتے ہو؟"

"تمہاری انگلی۔" آدمی نے جواب دیا۔

(قیصر اعوان کا تعاون، سرگودھا)

ایک تو وہ معاشی حب ہے اس سے ان کا نقصان زیادہ ہوگا اور دوسرا..... مجھے اس شہر سے نفرت ہے..... فوراً..... مجھے فوراً اچھی رپورٹ چاہیے۔" اس نے اتنا کہہ کر رابطہ کاٹ دیا۔

"گدھے، کام چور، بے عقل....." وہ بڑبڑایا۔

"صرف چوبیس گھنٹے میں مارے گئے۔" یہ صورت حال اس کے پلان کو کمزور کر رہی تھی۔ دنیا کے سامنے اس تاثر کو ختم کر رہی تھی جو وہ دینا چاہ رہا تھا۔ سوچتے سوچتے اس کا ذہن مریم کی جانب چلا گیا۔

'وہ کہاں جا سکتی تھی؟'

اس کی سوچ کے مطابق اس کے ساتھ دو ہی باتیں

www.zemtime.com

متوقع تھیں یا تو وہ خود ہی کہیں چلی گئی تھی یا پھر وہ خفیہ والوں کے ہتھے چڑھ گئی تھی۔ دوسری صورت میں جو نقصان ہو سکتا تھا، ابراہام اپنے فوری فیصلے سے رک گیا تھا۔ اس نے اس پوری ٹیم کو گراؤنڈ کر دیا تھا۔ وہ دفتر اور سارے پلان روک دیے تھے یوں خفیہ ٹیم اس کے بیان کے باوجود کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ ویسے بھی وہ کوئی آسان شکار نہیں تھی۔ ابراہام اس کی صلاحیتوں سے بخوبی واقف تھا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے طور پر کسی مشن میں مصروف ہو اور پھر یکدم آ کر اپنی کامیابی کا کریڈٹ لینا چاہتی ہو۔

اُسے دوسری بات زیادہ قرین قیاس لگ رہی تھی کیونکہ اگر وہ خفیہ کے ہاتھوں میں جاتی تو کچھ نہ کچھ تھوڑی بہت ہلچل ضرور محسوس ہوتی۔

اس وقت کسی مداخلت سے اس کا پلان بگڑ سکتا تھا اس لیے بہتر یہی تھا کہ خاموشی سے اس کی جانب سے رابطے کا انتظار کیا جائے۔ اس سے قبل بھی وہ ایک آپریشن میں یہ سب کر چکی تھی۔ اس نے اس وقت یہ سب دوسروں اور خود ابراہام کی مداخلت کو روکنے کے لیے کیا تھا۔ اس بار بھی اُسے یہ مسئلہ تو تھا ہی تو عین ممکن ہے کہ وہ اسی لیے تمام تر رابطوں کو منقطع کر کے غائب ہوئی تھی۔ اس نے سوچا۔

مریم کو اس نے پالا تھا، اس کی تربیت کی تھی مگر اسے اس سے محبت نہیں تھی۔ نہ جانے کیوں اسے دیکھ کر اسے ہمیشہ اس کے باپ اور اس کی وجہ سے پہنچنے والے نقصانات یاد آ جاتے تھے۔ اسے مریم یاد آ جاتی تھی جس کی موت کی وجہ وہی تھا۔ وہ اسے تڑپا تڑپا کر مارنا چاہتا تھا۔ اس سے سخت نفرت کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے بچپن سے ہی مریم کے ذہن میں اس کے باپ کے خلاف نفرت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ وہ بھی مسلمانوں سے اسی کی طرح نفرت کرتی تھی۔

وہ اسے مسلمانوں کے خلاف استعمال کر کے اس کے باپ کی تکلیف میں اضافہ کرنا چاہتا تھا۔ اگر وہ کسی پلان پر کام کرنے کے لیے گم ہوئی تھی تو وہ اسے مکمل کرنے کا پورا موقع دینا چاہتا تھا۔ یہ وہ جانتا تھا کہ وہ اس کی طرح ضدی تھی اور ہر قیمت پر اپنی ضد پوری کرنا جانتی تھی۔ اسے یقین تھا کہ جلد ہی وہ اسے اپنی نئی اور بڑی کامیابی کی خبر دے گی۔ وہ ایسا کر کے اسے شرمندہ کرنا یا نیچا دکھانا چاہتی ہو گی مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اس کے کھیل کو ہی مکمل کر رہی تھی۔

☆☆☆

انجینئرز ٹیم اور بم ڈسپوزل اسکواڈ کافی دیر کی کاوش کے بعد سرمئی تار والی تھیوری پر ہی متفق ہو گئے تھے۔

''خطرہ تو بہر حال ہے ہی مگر اسے مول لینا ہی پڑے گا، اس کے بغیر سب کی جان نہیں بچ پائے گی۔'' انجینئر محمد بشیر نے سادگی سے کہا۔ ''اب آپ یہ بتائیے کہ ہمیں کہاں سے شروع کرنا ہے۔''

''آپ میری کرسی سے شروع کیجیے۔'' ان کی داہنی جانب سے آواز آئی۔ اس کرسی پر ایک نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔

''آپ اس کا مطلب سمجھتی ہیں نا.....؟'' کیپٹن شاہد نے پوچھا۔

''جی بالکل..... لیکن جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اس سے الگ تو نہیں ہے نا..... اگر کچھ نہ ہو سکا تب بھی موت ہمارے ساتھ تو ہے ہی..... تو پھر اللہ پر بھروسا رکھ کر کوشش تو کر لی جائے.....'' وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

''بالکل یہی اسپرٹ درکار ہے۔ جیت کو نظر میں رکھیں گی تو ہار نہیں ہو گی انشاء اللہ۔'' کریم نے انجینئرز کو اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''آپ کا نام کیا ہے؟''

''سعدیہ..... میں یہاں تین سال سے کام کر رہی ہوں سر..... آپ کو ایک بات بتاؤں؟ میں ہمیشہ سوچتی تھی کہ ہم فوج میں ہیں مگر ہمیں کبھی دشمنوں سے لڑنے اور شہید ہونے کا موقع نہیں ملے گا۔ یہ دیکھیے آج جنگ لڑنے کا موقع مل گیا۔''

''آپ کو کچھ نہیں ہو گا، اس جنگ میں غازی ہیں آپ.....'' اس نے مسکرا کر کہا۔

محمد بشیر نے فوراً ہی اپنے کام کا آغاز کر دیا تھا۔ کئی لوگ وہیں موجود تھے اور اس لڑکی اور دیگر کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کر رہے تھے۔

''کرنل صاحب..... تار کٹ ہونے جا رہی ہے۔'' محمد بشیر نے چند لمحے بعد کہا۔

''بسم اللہ کریں، اللہ نے چاہا تو سب بخیر ہو گا۔''

کریم نے اس دوران ممکنہ احتیاطی تدابیر کر لی تھیں۔ لکڑی پر ربڑ چڑھا کر انہیں سعدیہ کے ہاتھوں میں پکڑا دیا گیا تھا۔ اس کے ہاتھوں پر ربڑ کے لمبے دستانے پہنائے گئے تھے۔ پیروں میں ربڑ کے جوتے تھے اور جسم پر بھی مختلف چیزیں بنائی گئی تھیں۔ اس سب کا مقصد خدانخواستہ شروع ہونے والے کرنٹ سے کم سے کم نقصان پہنچنے کی کوشش تھی۔

www.zemtime.com

اس کے ساتھ ان کے پاس لکڑی کے ڈنڈے، ربڑ کے دیگر بچاؤ کا سامان بھی موجود تھا۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم.....'' محمد بشیر نے قدرے بلند آواز میں کہا۔ اس کے ساتھ ہال میں موجود تمام افراد نے بسم اللہ پڑھی۔ کچھ یہ آواز بلند آیات پڑھ رہے تھے۔

محمد بشیر کے سرمئی تار کو الگ کر دینے کے بعد انہوں نے چند لمحے انتظار کیا۔ سب کی نگاہیں سعدیہ پر جمی تھیں جو آنکھیں بند کر کے منہ ہی منہ میں آیات کا ورد کر رہی تھی۔

''سعدیہ جی اللہ نے ہماری سن لی ہے۔'' محمد بشیر نے کہا۔ ''کیا آپ کچھ غلط محسوس کر رہی ہیں؟''

''نہیں..... بالکل نارمل.....'' اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

''سر.....'' محمد بشیر نے کریم کی جانب دیکھا جو گہری نظروں سے سعدیہ کے تاثرات کا مشاہدہ کر رہا تھا۔

''ٹھیک ہے تم کھڑی ہو جاؤ اب.....'' کریم نے بالآخر کہا۔

اس کے ان الفاظ کے ساتھ ہی سعدیہ کرسی سے کھڑی ہو گئی، ہال میں بالکل خاموشی طاری تھی۔ وہ ایک لمحے اپنی کرسی کے پاس کھڑی رہی اور پھر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی تھوڑا آگے آ گئی تھی۔

''یا اللہ شکر ہے۔'' کریم نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

''پلیز، آپ لوگ جلد سے جلد تمام افراد کو اس مصیبت سے آزاد کر دیں اور سعدیہ تم باہر جا سکتی ہو۔ جس جس کا مسئلہ حل ہوتا جائے، وہ باہر نکلتا جائے یہاں بالکل کوئی نہیں رکے گا کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ یہاں کوئی اور خطرہ ہے یا نہیں اور اس کا حل کیا ہے۔''

انجینئرز اور بم اسکواڈ کی ٹیم نے اپنا کام سنبھال لیا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بڑے ہال اور پھر تینوں بالز کے افراد وہاں سے نکل کر نیچے والے ہالز میں پہنچ گئے تھے جہاں ان کے لیے کھانے پینے کا انتظام موجود تھا۔

بم ڈسپوزل اسکواڈ نے ایک بار پھر تمام ہالز کا جائزہ لیا اور اس جگہ کو اب خطرے سے خالی قرار دیا تھا۔

کرسیوں کے نیچے لگے ہوئے تمام الیکٹرولائنز نکال کر تحویل میں لے لیے گئے تھے۔

کریم بم اسکواڈ ٹیم کے ساتھ سب سے آخر میں ہال سے نکلا تھا۔

چھاؤنی اب مکمل طور پر دہشت گردوں اور ان کی دہشت گردی کے آلات سے آزاد ہو چکی تھی۔

☆☆☆

ڈیوڈ ایک بار پھر تہ خانے میں موجود اپنے خاص کمرے میں تھا۔ ابراہام سے گفتگو کے بعد اسے کچھ دیر کے لیے اوپر جانا پڑا تھا۔ اب اس کے آخری مشن کی تکمیل کا وقت تھا۔ چھاؤنی میں بڑا دھماکا ابراہام کی سب سے بڑی خواہش تھی۔ ایک ایسے وقت میں جب ان کی حکومت اور مقتدر افراد سب کچھ انڈر کنٹرول ہے، کہنے کی کوشش کر رہے ہوں گے۔ چھاؤنی سے اٹھتا دھواں ان کی باتوں کی حقیقت کو اُڑا کر لے جائے گا۔'' وہ مسکرایا۔

یرغمالی افراد کی کرسیوں کے نیچے جیمز نے جو الیکٹرولائنز سسٹم لگائے تھے۔ انہیں ریموٹ کے ذریعے کنٹرول کیا جاتا تھا جبکہ ڈیوڈ یہاں بیٹھ کر اپنے ٹرانسمیٹر سے منسلک ایک ڈیوائس کی مدد سے ان سب کو یہاں بیٹھ کر بھی اسی اذیت میں مبتلا کر سکتا تھا۔

وہ یہ پہلے ہی کر گزرتا مگر جوزف اور پھر ابراہام کو رپورٹ دینے اور ان کی رائے لینے میں اسے کچھ وقت لگ گیا۔ وہ سب جانتے تھے کہ یہ الیکٹرولائنز ایک بار ایکٹیو ہو جائیں تو انہیں روکا نہیں جا سکتا حتیٰ کہ ریموٹ کے ذریعے بھی انہیں بند کرنا ناممکن تھا۔ صرف ڈیوڈ یہاں موجود ڈیوائس سے اس کرنٹ کو روک سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جیمز سیموئل اور جوزف نے وہاں جتنے لوگوں کا خون بہایا انہیں کرسی سے اٹھا کر نیچے پھینکنے سے قبل انہیں اس کی خبر ڈیوڈ کو دینا اور الیکٹرولائنز کو بند کروانے کے لیے اطلاع دینا ضروری تھا۔

''خیر اب وہ تینوں تو ختم شد ہو چکے تھے۔'' ڈیوڈ نے سوچا کرسیوں پر آرام کرتے لوگوں کو بھی ان جھٹکے دار موت کے درشن کروا ہی دیتا ہوں۔''

ڈیوائس آن ہونے میں دو لمحے لگے تھے۔ کسی طے شدہ نمبر کو بند کرنے یا اُڑانے کے لیے اسے دبانا ضروری تھا مگر اب چونکہ اسے سب کو ہی اُڑانا تھا تو اس کے لیے ''آل'' کا آپشن منتخب کیا۔ ایک بٹن دبتے ہی تمام الیکٹرولائنز اس کی رینج میں تھے اور دوسرا بٹن دبتے ہی موت کا کھیل شروع ہونے والا تھا۔ اسے افسوس تھا کہ وہ اس منظر کو دیکھ نہیں سکتا تھا البتہ ڈیوائس سے اسے کام ختم ہونے کی خبر بالکل مل سکتی تھی۔

اس نے بالآخر الیکٹرولائنز کے بٹن کو دبا دیا۔

ڈیوائس میں لگی نیلی روشنی دو لمحوں تک نیلی ہی رہی تو اس نے چونک کر ڈیوائس کو دیکھا۔ پھر اس نے ایک ایک کر

www.zemtime.com

کے تمام بٹن دبانا شروع کیے مگر ڈیوائس کے مطابق اب بھی کچھ نہیں ہوا تھا۔ اب کے غصے اور پریشانی میں اس نے تیزی سے سارے بٹن دوبارہ دبائے۔ پھر انہیں بار بار دباتا رہا مگر کہیں کچھ نہیں ہو رہا تھا۔ ڈیوائس کے مطابق سارے الیکٹرولائٹر بیکار ہو چکے تھے۔

'یہ نہیں ہو سکتا؟ یہ ہوا کیا ہے؟ ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟'

الیکٹرولائٹر اس طرح جام ہو ہی نہیں سکتے.....؟ وہ واقعتاً اپنے بال نوچ رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ ہو کیا گیا ہے؟ اور اس سے زیادہ اسے اس بات کی فکر تھی کہ وہ ابراہام کو کیا بتائے گا؟

وہ دیوانوں کی طرح بار بار ڈیوائس کو چلا چلا کر دیکھتا رہا پھر اسے واپس میز پر پٹخ کر کرسی پر گر گیا۔

معاملہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔

☆☆☆

حشمت اللہ نے چالیس گھنٹوں بعد سکون کی سانس لی تھی۔

وہ ڈراؤنا خواب ختم ہو چکا تھا۔ اس دوران بچھڑ جانے والے ان کے ہیرو تھے۔ انہیں شہادت نصیب ہوئی تھی۔ وہ فوج کے اصولوں کے مطابق تمغوں اور ان کے خاندان تاعمر سرپرستی کے حق دار تھے۔ اس وقت ان کے کمرے میں اعلیٰ افسران جمع تھے اور بچھڑ جانے والوں کی یاد میں دعاؤں کا سلسلہ جاری تھا۔ دعا مکمل ہوتے ہی فون کی گھنٹی بجی جیسے وہ اسی کا انتظار کر رہی ہو۔

''یس۔'' حشمت اللہ نے ریسیور کان سے لگاتے ہوئے کہا۔ ''جی..... جی سر.....'' دوسری جانب سے آنے والی آواز ہائی کمان کے سربراہ کی تھی۔ ان کی آواز سنتے ہی حشمت الرٹ ہو گئے تھے۔

''چھاؤنی کی اب کیا صورت حال ہے؟''

''سر، اللہ کا شکر ہے سب کچھ سو فیصد کنٹرول میں ہے۔'' انہوں نے جواب دیا۔

''انٹرنیٹ کی کیا صورت ہے، مجھے بتایا گیا ہے کہ وہاں بہت تباہی ہوئی ہے۔'' انہوں نے پوچھا۔

''جی سر..... یہ درست ہے ہمارے ہینگر میں پانچ ہیلی کاپٹرز تھے، وہ سب متاثر ہوئے ہیں مگر وہاں کی مکمل صفائی کرا دی گئی ہے۔ جہازوں کو بھی وہاں سے ہٹا لیا گیا ہے۔ کچھ کام باقی ہے وہ ہو رہا ہے۔''

''گڈ..... یہی میں کہنا چاہ رہا تھا اس کام کو نہایت تیزی سے کرایا جائے۔ دو گھنٹے تک چار پانچ ہیلی کاپٹرز وہاں پہنچ جائیں گے۔ انٹرنیٹ کو بالکل نارمل ہونا چاہیے باقی پوری چھاؤنی میں سب کچھ معمول کے مطابق ہو اور یہ کام آج ہی مکمل ہونا چاہیے شام چھ بجے تک۔''

''ہو جائے گا سر..... کیا آپ تشریف لا رہے ہیں سر؟'' حشمت نے پوچھا۔

''ہاں، شام سات بجے یہاں ملکی اور غیر ملکی صحافیوں کو بلوایا جا رہا ہے انہیں چھاؤنی کا دورہ کرایا جائے گا اور پریس کانفرنس بھی کی جائے گی۔ تاکہ دنیا بھر میں پھیلی ہوئی افواہوں کا زور ختم کیا جا سکے۔ تمہیں بھی وہاں گفتگو کرنی ہو گی..... تمہاری جو ویڈیو لیک ہوئی ہے، اس سلسلے میں بات کرنا ہو گی۔''

''سر مجھے کیا کہنا ہو گا؟ یہ کہ وہ میری ہے ہی نہیں، جعلی ہے۔''

''نہیں تم یہ کہو گے کہ تم نے یہ بات فون پر دھمکی دینے والے کو احمق بنانے کے لیے کی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ وعدہ نہ تمہارے استحقاق میں آتا ہے اور نہ تم کر سکتے ہو..... اور سچ بھی یہی ہے، مگر انہیں تمہارے کمرے میں ہونے والی گڑبڑ کا علم نہیں ہونا چاہیے۔''

''جو حکم سر..... ایسا ہی ہو گا۔ وہ کمرا مرمت کے لیے بند کر دیا گیا ہے اور میں ایک دوسرے کمرے میں شفٹ ہو گیا ہوں۔''

''بہتر ہے بس یہ یاد رکھنا کہ انہیں یوں لگے جیسے اس چھاؤنی پر کوئی حملہ ہوا ہی نہیں۔ معمولی سا کوئی واقعہ تھا جس کی داستان بنا دی گئی ہے۔''

''او کے سر.....'' حشمت اللہ نے مؤدبانہ انداز میں جواب دیا۔

''جو بندے گرفتار ہوئے ہیں وہ کہاں ہیں؟'' انہوں نے پوچھا۔

''ان میں ایک زخمی ہے، وہ دونوں کرنل جواد اور کرنل کریم کی نگرانی میں ہیں۔ وہی اُن سے تفتیش کر رہے ہیں۔''

''او کے، میں بات کر لیتا ہوں..... تم اپنا کام سنبھال لو۔'' یہ کہہ کر لائن کاٹ دی گئی۔

حشمت فون رکھ کر افسران کی جانب مڑے جو غور سے ان کی گفتگو سن رہے تھے۔ چند لمحوں میں وہ سب کے سب اپنا، اپنا کام سنبھالنے باہر نکل گئے تھے۔ حشمت اللہ بھی چھاؤنی کے دورے کی خاطر ان کے ساتھ تھے۔ انہیں آج پوری دنیا کے سامنے اپنی

www.zemtime.com

صلاحیتوں کا لوہا منوانا تھا۔

☆☆☆

چھاؤنی کے بڑے کانفرنس ہال میں پریس کانفرنس کا اہتمام کیا گیا تھا۔ ڈیڑھ سو سے زائد افراد کی گنجائش کے ساتھ خاصی بڑی تعداد میں ٹی وی کیمروں کے لیے جگہ بنائی گئی تھی کیونکہ تمام بڑے غیر ملکی اور ملکی چینل پر اس پریس کانفرنس کو براہِ راست نشر کرنے کا انتظام کیا گیا تھا۔

چھاؤنی حملے اور اس حوالے سے جو کچھ عالمی میڈیا میں ہو چکا تھا اس نے اسے تمام دنیا کے مندوبین کے لیے خصوصی اہمیت کا حامل بنا دیا تھا۔ جس کی وجہ سے ہال میں اس وقت تل دھرنے کو بھی جگہ موجود نہیں تھی۔ کانفرنس سے پہلے تمام افراد کو چھاؤنی کا دورہ کرایا جا چکا تھا۔ اس وقت اسٹیج پر فوجی ہائی کمان کے افراد کے ساتھ وزیر دفاع بھی موجود تھے۔ جو کہ مختصر الفاظ میں چھاؤنی حملے کی تفصیلات بیان کر چکے تھے۔ اب سوال و جواب کا سیشن شروع ہو چکا تھا جس کے لیے آدھا گھنٹا مخصوص کیا گیا تھا۔

''آپ نے دیکھا اور آپ سمجھ سکتے ہیں کہ سب کچھ حکومت اور فوج کے مکمل کنٹرول میں ہے۔ کچھ لوگ یہاں اندر گھسنے میں کامیاب ضرور ہو گئے تھے مگر وہ ادارے یا ملک کو نقصان نہیں پہنچا سکے۔ اس صورت حال کو بالکل غلط سمجھا اور دکھایا گیا ہے جس کے خلاف ہم ہر جانے کا حق محفوظ رکھتے ہیں۔'' وزیر صاحب نے ایک سوال کے جواب میں کہا۔

''کیا اس تنظیم کی جانب سے آپ سے دوبارہ رابطہ کیا گیا ہے؟ یہ کون لوگ ہیں اور آپ کے خیال میں ایٹمی ہتھیار تک رسائی کا مطالبہ الارمنگ نہیں تھا؟'' ایک انگریز خاتون صحافی نے پوچھا۔

''اس بات کا جواب میں آپ کو دوں گا۔'' فوجی ہائی کمان کے ایک اہم افسر نے کہا۔ ''سب سے پہلے تو ہم یہ کلیئر کرنا چاہتے ہیں کہ اس نام کی کوئی تنظیم موجود نہیں ہے۔''

''مگر انہوں نے اس حملے کی ذمے داری قبول کی ہے۔'' ایک اور غیر ملکی صحافی نے کہا۔

''یہ تو آج کے دور میں کوئی بھی، کہیں بھی بیٹھ کر ایک پریس ریلیز ایشو کر کے کسی بھی چیز کی ذمے داری لے سکتا ہے۔ ''جانباز'' نام کی کوئی تنظیم موجود نہیں ہے۔''

''آپ یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہیں؟'' ایک مشہور صحافی نے دھیمے لہجے میں کہا۔ ''میرا مطلب ہے کہ آپ کے پاس اس کا کوئی ثبوت موجود ہے؟''

''میں یہ بات پوری تفتیش کے بعد اور پوری ذمے داری سے کہہ رہا ہوں کہ اس سارے معاملے کے پیچھے کسی اور کرم فرما کا ہاتھ ہے۔ کوئی دوسری مسلمان تنظیم اس میں ملوث نہیں ہے۔ اگر آپ سارے معاملے کو چھوڑ دیں اور صرف اس تنظیم کے بارے میں موجود تمام اہم اور مشہور مسلمان تنظیموں سے رابطے کریں تو آپ کو حقیقت کا علم خود ہو جائے گا۔ اس نام کی کوئی تنظیم کہیں موجود نہیں ہے۔ ناکام ہونے کے بعد ایک کہانی بنا کر اس کا اسٹیج کیا جانا ہی اس معاملے کی تمام حقیقت کو کھول دینے کے لیے کافی ہے۔'' وہ بولے۔ ''اور جی ہاں ہمارے پاس اس کا ثبوت بھی ہے۔ جو ابھی آپ کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اس پورے معاملے کو اسی وجہ سے شروع کیا گیا تھا تاکہ دنیا کو ہماری کمزور تصویر پیش کی جائے مگر الحمدللہ ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ ہم اپنے اثاثوں کی حفاظت کرنا جانتے ہیں۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ یہاں گھسنے والے کسی ریگ ٹیگ آرمی (خستہ حال فوج) کے افراد نہیں تھے۔ ان کے پاس جدید ترین ہتھیار موجود تھے۔ وہ نہایت اعلیٰ طریقے سے تربیت یافتہ تھے اور مسلسل کسی سے رابطے میں تھے۔ وہ مسلمان تنظیم سے متعلق نہیں تھے نہ ہی ان کی زبان عربی یا اردو وغیرہ تھی حتیٰ کہ ان کا تعلق ساؤتھ ایشیا یا مڈل ایسٹ کے علاقوں سے تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ ہم ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے فی الحال قومیتوں کی نشاندہی نہیں کر سکتے البتہ علاقوں کے بارے میں بتا سکتے ہیں جہاں سے فرد اور اس کے آباؤ اجداد کا تعلق رہا ہو۔ دہشت گردوں کے ڈی این اے سے متعلق ایک رپورٹ آپ سب کے ساتھ شیئر کی جائے گی جس سے آپ کو اس کا ثبوت بھی مل جائے گا۔''

''یعنی آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ مسلمان انتہا پسند نہیں تھے؟'' ایک اور صحافی نے گویا دوبارہ تصدیق چاہی۔

''سو فیصد..... یہی بات میں کہہ رہا ہوں، اب جبکہ وہ مسلمان انتہا پسند نہیں تھے تو پھر ان کی ایٹمی ہتھیاروں تک رسائی والی بات کا مطلب کیا تھا اور وہ اس کا کیا کرتے، اس سوال کا جواب ہی اس ڈرامے سے پردہ اٹھانے کے لیے کافی ہے۔ وہ جو کوئی تھے ابھی آپ کو اس حوالے سے ایک فوٹیج بھی دکھائی جائے گی۔''

''یعنی اس کا مطلب دنیا کو دھوکا دینا تھا۔''

''جی ہاں سو فیصد..... یہ احساس دلانا کہ یہاں ایٹمی ہتھیار محفوظ نہیں ہیں لہٰذا ہمارے خلاف کارروائی ہو اور ہم سے یہ اختیار چھین لیا جائے۔ انہوں نے کسی حد تک اس کھیل

www.zemtime.com

میں کامیابی بھی حاصل کرلی تھی مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ ناکامی ان کا مقدر ہے اور یہ تو بالکل ہی نہیں جانتے تھے کہ انہیں ایسی جلد، فوری اور ذلت آمیز ناکامی نصیب ہوگی۔ دراصل انہوں نے ہمیں تھوڑا کم سمجھا اور کم جانا..... ہمیں اپنے اثاثوں اور اپنے لوگوں کی حفاظت کرنا آتی ہے اور ہم اس کے لیے اپنی جان بھی قربان کرسکتے ہیں۔''

''اس حملے کی وجہ سے آپ کو کتنا جانی نقصان ہوا؟'' یہ سوال ملکی میڈیا کی جانب سے آیا تھا۔

''ہمارے چھ افراد نے اس حملے میں جام شہادت نوش کیا ہے۔'' وہ سنجیدگی سے بولے۔ ''وہ بھی کسی براہِ راست لڑائی میں نہیں بلکہ یرغمال بنا کر اعلیٰ ایکو پمنٹ کے ذریعے..... ہمارے شہید ہمارے ہیرو ہیں۔ ان کی قربانی کی وجہ سے ہم آج یہاں کھڑے جھوٹ کا پردہ چاک کرنے میں کامیاب ہوپائے ہیں۔'' انہوں نے خاموشی کا ایک وقفہ لیا۔

''یہ حملہ ایک پلانٹڈ پلان (سوچا سمجھا منصوبہ) تھا جس کا مقصد ہمارے ایٹمی اثاثوں کو ختم کرنا یا پھر ان پر قبضہ کرنا تھا۔ جو کہ ہماری میرا مطلب ہے کہ ہم سب کی زندگیوں میں ممکن نہیں ہے۔'' انہوں نے سادگی سے کہا۔

''آپ کے خیال میں آپ کے ایٹمی ہتھیار دنیا کے لیے خطرہ نہیں بن سکتے تھے جبکہ آپ کے اپنے ایک سینئر فوجی نے دہشت گردوں کو یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ وہ اور آپ سب اس پر تیار ہیں۔ یقیناً آپ نے بھی آڈیو کلپ سنا ہی ہوگا؟'' یہ ایک سینئر بیوروکریٹ تھا جو نیویارک ٹائمز کی نمائندگی کررہا تھا۔

''ہمارے ایٹمی ہتھیار بالکل محفوظ ہیں اتنے کہ ہم خود بھی چاہیں تب بھی ان تک کسی کو نہیں پہنچا سکتے۔'' وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولے۔ ''آپ نے جو کلپ سنی، وہ اس حد تک سچ تھی کہ یہ ساری گفتگو ہوئی تھی مگر اسے دہشت گردوں کی جانب سے بغیر سیاق و سباق کے پیش کیا گیا اور اس سے فائدہ اٹھانے والوں نے بغیر کسی تحقیق کے اسے نشر کیا، معاف کیجیے گا یہ تھوڑی تلخ بات ہے مگر ہے تو سچ کہ مسلمانوں پر الزام لگانے کا کوئی موقع مغربی دنیا ہاتھ سے نہیں جانے دیتی۔ ورنہ کیا مہذب دنیا میں یہ ممکن ہے کہ کروڑوں لوگوں کی زندگیوں کو متاثر کرنے والے ایک کلپ کو بغیر کسی تحقیق یا کم از کم رسمی سوال و جواب کے بغیر اس طرح دنیا بھر کے چینلز پر اچھالا جاسکے؟ آپ کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا مگر اس بارے میں کسی صحافیانہ یا اخلاقی اصول و قاعدے کو مدِنظر نہیں رکھا گیا جس کا مجھے افسوس ہے۔''

''مگر سر.....'' کسی اور نے بیچ میں اپنا سوال پیش کرنا چاہا۔

''مہربانی کرکے مجھے ایک سوال کا مکمل جواب دینے دیں پھر میں آپ کی جانب آتا ہوں، جہاں تک حشمت کی اس فون کال کا معاملہ ہے وہ ہماری حکمتِ عملی کا حصہ تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ انہوں نے ہمارے عملے کو یرغمال بنایا ہوا تھا اور وقفے وقفے سے وہ ایک دو افراد کی جان لے رہے تھے۔ ایسے میں ان کو اس ظالمانہ عمل سے روکنے اور آگے کی کارروائی کے لیے کچھ وقت حاصل کرنے کے لیے ایسا کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے۔ میں اس کی مثال دیتا ہوں ہوائی جہاز کو ہائی جیک کیا جاتا ہے اور ہائی جیکرز سے یہ کہا جاتا ہے کہ مطالبوں پر غور ہورہا ہے تو اس کا مطلب مطالبے تسلیم کرلینا تو نہیں ہوتا۔ یہی یہاں کیا گیا تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس قسم کا کوئی وعدہ یا بات بغیر کسی حکمتِ عملی طے کے کرنا حشمت کے استحقاق میں بھی نہیں ہے۔ وہ تو کیا میں خود تنِ تنہا ایسا فیصلہ نہیں لے سکتا اس کے لیے بہت سے لوگوں کی مرضی، تصدیق اور ساتھ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر کوئی اس کلپ پر یقین لاتا ہے تو اس کے دو ہی مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ وہ بالکل پروفیشنل نہیں ہے ایسی چیزیں کس طرح ہوتی ہیں اس کی کوئی معلومات نہیں ہے یا پھر وہ ایسا جان بوجھ کر کررہا ہے۔''

''آپ نے کہا ہے کہ آپ کے پاس ثبوت موجود ہے کہ دہشت گردوں کا تعلق مسلمانوں سے نہیں ہے؟'' ایک مشہور تجزیہ نگار نے پوچھا۔

''بالکل ہے..... اصل میں حملہ آور میں سے دو زندہ گرفتار کرلیے گئے تھے۔'' انہوں نے ڈرامائی انداز میں کہا۔ ''چونکہ ان کی جان کو خطرہ ہے اس لیے انہیں سخت سیکیورٹی میں رکھا گیا ہے ابھی میں آپ کو ان کا بیان ان کی ہی زبانی آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔'' ان کے اس اعلان کے ساتھ ہال میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔

''اور اس بات کا کیا ثبوت ہوگا سر کہ جو بیان دے رہا ہے وہ واقعی حملہ آوروں میں شامل تھا؟'' ایک سینئر صحافی نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''مجھے آپ کی ذہانت سے اسی سوال کی توقع تھی۔ تو اب میں کرنل جواد کو بلا رہا ہوں، وہ آپ کو اس بارے میں تمام تفصیلات سے آگاہ کریں گے۔'' وہ مسکرائے اور کرنل جواد کی جانب دیکھا۔

''پرسوں رات جب یہ لوگ چھاؤنی میں داخل

www.zemtime.com

ہوئے اس وقت تمام کیمرے معمول کے مطابق چل رہے تھے۔" انہوں نے بغیر کسی تمہید کے گفتگو کا آغاز کیا۔ ان کے ان الفاظ کے ساتھ پیچھے موجود قدِ آدم اسکرین پر سی سی ٹی وی کیمرے کی تصاویر نظر آ رہی تھیں جس میں ایک بڑی فوجی جیپ چھاؤنی میں داخل ہو رہی تھی۔ چیک پوسٹ کے پاس آ کر جیپ رکی۔ جیپ اور چیک پوسٹ میں تھوڑا فاصلہ ہونے کی وجہ سے جیپ سے دو افراد نیچے اترے۔ وہ کمانڈوز کی پوری یونیفارم میں تھے۔ انہیں دیکھ کر اسٹاف نے سیلیوٹ کیا جس کا انہوں نے جواب دیا۔ یہیں کرنل جواد نے تصویر کو روکا اور پھر زوم کیا۔ ان میں سے ایک کا چہرہ اب اسکرین پر صاف نظر آ رہا تھا۔ تمام ناظرین نہایت دلچسپی سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ اس تصویر کو کھینچ کر اسکرین کے کونے میں پہنچانے کے بعد کرنل جواد نے دوسری ونڈو کھولی جس میں وہی نوجوان ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے ایک میز رکھی تھی۔ چند لمحوں بعد اس نے بولنا شروع کیا۔ وہ نہایت عمدہ انگریزی بول رہا تھا جبکہ اس کا لہجہ بالکل امریکیوں جیسا تھا۔

"میرا نام لیوی ہے میں ایک تربیت یافتہ فوجی ہوں اور اسرائیلی فوج سے منسلک ہوں۔ موساد کے اس آپریشن کا مقصد اس ملک کے ایٹمی ہتھیاروں پر پابندی لگوانا تھا۔ ہم جانتے تھے کہ ہم ان تک نہیں پہنچ سکیں گے اور یہ ہمارا مقصد تھا بھی نہیں، ہمیں مسلمانوں کے روپ میں یہاں قتل و غارت گری کرنا تھی۔ اسلحہ خانہ اور پوری چھاؤنی کو بالآخر اڑانا تھا تاکہ دنیا ان کے ہتھیاروں پر پابندی لگا دے اور ان پر حملہ کر دے۔ میں اپنے ملک کا وفادار ہوں مگر میں یہ بیان بھی ہوش و حواس میں اپنی مرضی سے دے رہا ہوں کیونکہ میں نے دیکھا کہ پوری وفاداری سے کام کرنے کے باوجود مصیبت میں پھنس جانے کی صورت میں میرے دوست ناتھن کو کس اذیت ناک انداز میں موت کا سامنا کرنا پڑا..... اس منظر نے مجھے خوف زدہ کیا بہت خوف زدہ کیا مگر میری آنکھیں بھی کھول دیں..... اور میں نے وہ فیصلہ کیا جو مجھے اپنے لیے درست لگا۔"

اس کے خاموش ہو جانے کے بعد بھی ہال میں چند لمحوں تک بالکل سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اس کے بعد کیمروں کی دھڑا دھڑ کلکوں کی آوازیں گونجیں اور پھر پورا ہال آوازوں سے بھر گیا۔ یہ پریس کانفرنس اس وقت دنیا بھر کے تمام اہم چینلز پر براہِ راست دکھائی جا رہی تھی۔ جس کا واضح مطلب صرف ایک تھا..... بازی پلٹ گئی تھی۔

☆☆☆

"یہ نہیں ہو سکتا..... یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ موساد کی صفوں میں غدار..... میں ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑوں گا، اس لیوی کو کتے کی موت نصیب ہو گی۔" ابراہام زخمی شیر کے مانند گرج رہا تھا۔ کئی اور لوگوں کے ساتھ جیمز اس کے سامنے کھڑا پتے کے مانند لرز رہا تھا۔

دنیا بھر کے میڈیا پر براہ راست موساد کے نام کے آنے سے اسرائیلی مقتدر حلقوں میں بھی زلزلہ سا آ گیا تھا جس کا ملبا کافی حد تک موساد پر گرا تھا۔ اپنی تمام تر طاقت اور پہنچ کے باوجود کسی نہ کسی حد تک ابراہام پر بھی اثر پڑا تھا۔ اگرچہ انہوں نے حکومتی سطح پر اس بیان اور پریس کانفرنس کی مذمت کی تھی، اسے مسلمانوں کی سازش قرار دیا تھا اور خود کو اس سب سے بری الذمہ ثابت کرنے کے لیے اسے خود ان ہی کی چال قرار دیا تھا مگر اس کے باوجود جو ہونا تھا، وہ ہو چکا تھا۔ آدھے گھنٹے کی یہ پریس کانفرنس میڈیا کی ذہن سازی کر گئی تھی۔

اس کی برسوں کی محنت تاش کے پتوں سے بنائے گئے مکان کے مانند لمحوں میں ڈھے گئی تھی۔ اگرچہ امریکا اور اس کے اتحادی بنیادی طور پر اس کی کوششوں کے ساتھ تھے مگر اس کے باوجود اب وہ کھل کر کسی ایکشن کے حق میں نہیں تھے ان کے پاس اس کا کوئی بھی جواز نہیں تھا یوں وہ سب کچھ کرنے کے باوجود ہار گیا تھا۔

"جیمز....." وہ اس کی جانب مڑا۔ "تم نے اس لیوی کے کانوں سے ہیرے کیوں نکلوایا تھا۔ کہیں تم ان لوگوں کے ساتھی تو نہیں ہو؟" وہ سرد آواز میں غرایا۔

"نہیں سر..... ایسا نہیں ہے سر....." وہ باقاعدہ گھگیا رہا تھا۔ "شاید آپ کو یاد ہو..... یہ حکم آپ نے ہی دیا تھا سر۔"

"میں نے.....؟ کیا بکواس ہے؟ میں ایسا حکم کیوں دوں گا؟"

"سر آپ نے کہا تھا کہ اس سے احکامات ایک جگہ سے آگے جا سکیں گے اور راز کھلنے کا خطرہ کم سے کم ہو گا۔ یوں بھی ان تینوں کو اسلحہ خانے میں ایک ساتھ رہنا ہے۔"

"اس کے ان الفاظ پر وہ ایک لمحے کو خاموش ہوا، یہ گفتگو اس کے ذہن میں تازہ ہو گئی تھی مگر اس وقت وہ خود نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ اس نے یہ حکم آخر کیوں دیا تھا۔

"میں نے ایسا کوئی حکم کبھی نہیں دیا تھا۔" وہ بالآخر غرایا۔ "یہ تمہاری غلطی ہے اور تمہاری ایک غلطی کا نتیجہ دیکھ لیا

www.zemtime.com

''م مگر سر..... میں سچ کہہ رہا ہوں۔'' وہ ہکلایا۔
''یعنی میں جھوٹ کہہ رہا ہوں؟'' اس نے دہاڑ کر پوچھا۔

جیمز جواب میں بالکل چپ رہا تھا پھر وہ ابراہام کے پیروں پر گر گیا۔ ''سر آپ درست کہہ رہے ہیں یہ میری غلطی ہے مجھ سے سمجھنے میں غلطی ہوئی، مجھے آپ سے دوبارہ پوچھنا چاہیے تھا جو میں نہیں پوچھ پایا..... سر میں معافی کا خواستگار ہوں اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ نے موقع دیا تو میں اس کی تلافی کرنے کی پوری کوشش کروں گا۔'' وہ لجاجت آمیز لہجے میں بولا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ پھنس گیا ہے اور ابراہام اس معاملے میں اسے جان سے بھی مار سکتا ہے اس لیے اس نے وہ حل نکالا تھا جو ابراہام کی جھوٹی انا کو تسکین دے سکے صرف اسی طرح وہ خود کو بچا سکتا تھا۔

''تو تمہاری یادداشت آ گئی واپس.....؟'' اس نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔ ''اٹھو یہاں سے..... یہ جو کچھ ہمارے ساتھ ہوا ہے، یہ حرف آخر نہیں ہے بلکہ یہ ایک نئی ابتدا ہے۔ ہم انہیں اب ایسا تباہ و برباد کریں گے کہ ان کی نسلیں بھی یاد کریں گی۔ جیمز، ڈیوڈ سے کہو کہ لیوی کو ہر صورت میں ختم کرا دے اور تم فوری ایکشن کے لیے تیار ہو جاؤ۔ ہم اپنے پروگرام پر تیزی سے عمل کریں گے۔''

''بہت شکریہ..... بہت شکریہ سر..... میں آپ کا مشکور ہوں آپ کو مجھ سے کبھی کوئی شکایت نہیں ہوگی۔'' وہ جاں بخشی پر بہت خوش نظر آ رہا تھا۔

''ہمیں انہیں ایک تحفہ تو فوری طور پر دینا ہوگا..... ایسا تحفہ جو ایسا انتشار پھیلائے گا کہ انہیں سنبھلنا مشکل ہو جائے گا۔'' ابراہام اب اپنی کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔ اس کے چہرے پر غصہ اب بھی موجود تھا مگر اب وہ سازشوں کے جال بننے میں مصروف ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ سب وہاں سے رخصت ہو گئے۔ اب وہ کمرے میں اکیلا تھا۔ وہ اس شکست کو تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔ وہ انتقام کی آگ میں جھلس رہا تھا۔ اب وہ اس آگ میں دشمنوں کو خاکستر کر دینا چاہتا تھا۔

جن دشمنوں کو تباہ و برباد کرنا اس کی زندگی کا مقصد تھا، ان میں ایک نام ''احمد'' کا تھا۔ احمد کا خیال آتے ہی اس کا ذہن مریم کی کی جانب گیا۔ وہ اب تک غائب تھی۔ یہ سب ہو جانے کے بعد تو اسے رابطے میں آ جانا چاہیے تھا مگر اب تک اس کی طرف سے کوئی خبر نہیں آئی تھی۔

مریم کہاں تھی؟

کیا کر رہی تھی؟ کہیں اس نے بھی تو انہیں دھوکا نہیں دے دیا؟ اس خیال نے اس کے تن بدن میں آگ لگا دی۔ آخر وہ ایک مسلمان کی بیٹی ہے۔ اس کے ذہن پر طاری نفرت نے اس کی سماعت میں سرگوشی کی۔

''وہ یہ کر بھی سکتی ہے..... اگر اس نے یہ کیا تو اسے میرے عتاب سے کوئی نہیں بچا سکے گا؟''

اس نے مٹھیاں بھینچ لیں، غصہ ایک بار پھر اس کے دل و دماغ پر حاوی ہو رہا تھا۔ وہ ان سب کو فوراً برباد کر دینا چاہتا تھا۔ سوال صرف یہ تھا کہ کیسے؟ اور اب اسے اس کیسے کا جواب تلاش کرنا تھا۔

یہ سوال اس کے دماغ سے چپک سا گیا تھا۔

اس شکست نے اسے باؤلا سا کر دیا تھا۔ ہاں، شکست، پیچھے رہ جانا..... اسے ان الفاظ سے نفرت تھی۔ وہ ہر قیمت پر جیتنے کا عادی تھا اور اس بار اسے جیتتے جیتتے بدترین ہار ہوئی تھی۔ بساط اس نے بچھائی تھی۔ کھیل بھی اس کا اپنا تھا اور مہرے بھی۔ وہ شہ مات دینے ہی والا تھا کہ بازی پلٹ گئی۔

''اس کا بدلہ ضرور لیا جائے گا..... کھیل ابھی ختم نہیں ہوا ابراہام.....'' اس نے خود کو سمجھایا۔ ''مگر اس طرح نہیں..... آرام سے..... ٹھنڈے دماغ کے ساتھ..... سوچ سمجھ کر..... سب سے پہلے تو اسے ان کو لاشوں کے تحفے دینا تھے اور اس کے لیے وہ حکم صادر کر چکا تھا۔ اس سے کم پر اس کی اشک شوئی ممکن نہیں تھی۔ اس کے بعد اسے مریم کو ڈھونڈنا تھا۔ اسے یقین تو نہیں تھا کہ وہ اسے دھوکا دے سکتی ہے پھر بھی اگر ایسا کچھ ہوا تو وہ اسے قرار واقعی سزا دے گا..... یہ طے تھا۔ پھر اسے احمد کو بھی انجام تک پہنچانا تھا۔ اس بار کوئی مریم اسے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کے لیے اس کے پاس موجود نہیں تھی۔

''میں ابراہام ہوں..... ناقابلِ شکست ابراہام۔'' وہ بڑبڑایا۔ ''یہ جو کچھ ہوا ہے، وہ ان کے لیے مزید مشکلات کو سامنے لائے گا۔ اس بار ان کا ناقابلِ تلافی نقصان ہونے والا ہے۔'' وہ مسکرایا۔

اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی مگر آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے اور چہرے پر سفاکی پنجے گاڑے بیٹھی تھی۔

☆☆☆

بابا کے چہرے پر خوشی دمک رہی تھی۔

وہ سب چھاؤنی سے براہِ راست نشر ہونے والی پریس کانفرنس دیکھ رہے تھے۔

www.zemtime.com

"مبارک ہو بابا۔" پریس کانفرنس کے اختتام پر میں نے بابا سے کہا۔ "ابراہام کے ارادوں کو شکست فاش ہوئی اور یہ سب ہیانگ وہل ہوا۔ ساری دنیا نے دیکھ لیا کہ موت کے اس کھیل کے پیچھے کون چھپا ہے۔"

"واقعی مبارک باد تو بنتی ہے۔" علی، بابا کے جواب دینے سے پہلے بولا۔ "مگر پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم یہ اتنی مشکل اردوئے معلی کیسے بول رہی ہو بھائی..... ایسے بھاری بھرکم الفاظ کیسے بول لیتی ہو؟"

"کون سے بھاری بھرکم الفاظ؟" میں نے اُسے گھورا۔

"یہ شکستِ فاش، ہیانگِ وہل..... ناولوں کے نام لگ رہے ہیں۔ انسان سن کر پریشان ہو جاتا ہے۔"

"الفاظ مشکل نہیں ہیں..... بس ساری بات قابلیت کی ہوتی ہے علی۔" میں نے متانت سے پلکیں جھپکتے ہوئے کہا۔ "اب سب کا آئی کیو تمہارے جیسا تو نہیں ہوتا نا..... اردو ہماری قومی زبان ہے ہمیں اس میں مہارت ہونی ہی چاہیے کیوں بابا؟"

"بالکل صحیح بات ہے۔" بابا نے سر ہلایا۔ "اپنی زبان سے وابستگی ہی الگ ہوتی ہے۔"

"جی بابا..... مجھے بھی اردو سے بہت دلچسپی ہے اب میں اس پر زیادہ محنت کروں گا وہ جو شاعر نے کہا ہے کہ 'نازکی اس کے لب کی کیا کہیے..... پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے' ویسے شاید یہ اس موقع کے لیے تو نہیں ہے۔"

"بس فضول باتیں کروا لو تم سے..... اتنے اہم ٹاپک کو چھوڑ کر کہاں اُلجھ گئے ہو۔" میں نے اسے گھورا۔ "میں تو سوچ رہی ہوں کہ آج ابراہام پر کیا گزر رہی ہوگی۔"

"شکر ہے اللہ کا..... اس نے اس سازش سے ہمارے وطن کو بچا لیا مگر وہ لوگ ہار ماننے والے نہیں ہیں۔ خطرہ ابھی ٹلا نہیں ہے۔" بابا نے کہا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں بابا..... اب ہمیں زیادہ محتاط رہنا چاہیے۔" اس بار علی نے بھی سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "زخمی درندہ یوں بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ جتنی چالبازی سے انہوں نے یہ سب کیا ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا بچھایا ہوا جال ہر طرف موجود ہے، افسوس کی بات تو یہ ہے کہ ہمارے اپنے بھی کچھ لوگ ڈالرز کی چمک میں اندھے ہو کر اپنی جڑیں کھوکھلی کرنے میں مصروف ہیں۔" اس کے لہجے میں افسوس تھا۔

"ٹھیک کہتے ہو بیٹا تم..... مگر یہ شکرانے کا موقع ہے،

روٹی کا ٹکڑا

بچہ پٹ رہا تھا لیکن اس کے چہرے پر ندامت نہیں تھی۔ وہ ایسے کھڑا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ عورت اسے پیٹ رہی تھی۔

"جا... جا کر جمعدار ہو جا... تو بھی بھنگی بن جا.. تو نے ان کی روٹی کیوں کھائی...؟"

بچے نے معصومیت سے کہا۔ "ماں! کیا ان کے گھر کا ایک ٹکڑا کھا کر میں بھنگی ہو گیا؟"

"اور نہیں تو کیا؟"

"اور جو کالو بھنگی ہمارے گھر میں پچھلے دس برسوں سے روٹی کھا رہا ہے۔ وہ پنڈت کیوں نہیں ہو گیا؟" بچے نے پوچھا۔

ماں کا اٹھا ہوا ہاتھ ہوا میں لہرا کر رہ گیا۔ وہ کبھی اپنے بچے کو دیکھتی، کبھی اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا روٹی کا ٹکڑا دیکھتی۔

(ہندی پنجابی ادب... بھوپیندر سنگھ)

(انتخاب: محمد الیاس چوہان، کراچی)

"راتب"

سرکاری افسر کو تین چار ماتحتوں کے ساتھ اپنی دکان کی طرف آتا دیکھ کر اس نے اپنی حالت ٹھیک کی اور جلدی سے گدی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ہاتھ جوڑ کر انہیں سلام کیا اور بٹھانے کے لیے اپنی دھوتی کے پلو سے کرسیاں صاف کرنے لگا۔

وہ لوگ کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ ان کے کھانے کے لیے خشک میوہ اور پینے کے لیے پھلوں کا رس آ گیا۔ افسر نے کھانے پینے کے بعد اپنی مونچھوں پر انگلیاں پھیریں اور دکاندار سے حساب کتاب کا رجسٹر لے کر جانچ پڑتال کرنے لگا۔ ایک صفحے پر اس کی نظر ٹھہر گئی۔ وہ حیران بھی ہوا اور مسکرایا بھی۔ اس نے وہ صفحہ اپنے ماتحتوں کو دکھایا۔ وہ بھی پڑھ کر مسکرانے لگے۔

"کیسے لوگ ہیں...؟ انکم ٹیکس بچانے کے لیے کتے کو ڈالی گئی، روٹی کے ٹکڑے کا خرچ بھی درج کر دیتے ہیں۔"

کھلے ہوئے صفحے پر لکھا تھا۔

"12-2-89... کتے کا کھانا، 50 روپے۔"

دکاندار بھی ہی ہی کرتا ہوا ان کے ساتھ ہنسنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوگ چلے گئے۔

دکاندار نے رجسٹر دوبارہ کھولا... خشک میوے سے لے کر جوس تک سارا خرچ جوڑا اور رجسٹر میں ایک نئی سطر لکھی۔

"29-8-89... کتوں کا کھانا =/150 روپے۔"

(ہندی پنجابی ادب۔ درشن متواء)

(انتخاب: محمد الیاس چوہان، کراچی)

www.zemtime.com

انشاء اللہ ایک دو دن میں کریم بھی آجائے گا۔" بابا نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"جی بابا..... انشاء اللہ، مگر آپ دیکھیے کہ کریم نے ایک فون تک نہیں کیا۔" میں نے شکایتی انداز میں کہا۔

"ارے بیٹا وہ مشن پر جائے تو اس سے رابطہ اسی طرح مشکل ہوتا ہے ہم بھی اسی لیے نہیں کرتے کہ نہ جانے وہاں کن حالات کا سامنا ہو۔ ایسے میں اس کو ڈسٹرب نہ ہی کرنا مناسب ہے۔ اگر اسے وہاں زیادہ رکنا ہوتا تو یقیناً آج اس کا فون آجاتا۔ اب فون نہ آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ آنے ہی والا ہے۔" بابا نے پُرشفقت انداز میں کہا۔ جبکہ علی ان کے پیچھے کھڑا آنکھیں مٹکا رہا تھا۔

"سونیا کیسی ہے ڈاکٹر صاحب....." بابا نے علی سے پوچھا۔

"وہ ٹھیک ہے بس تھوڑی اُلجھی ہوئی ہے۔" علی نے جواب دیا۔ "ظاہر ہے کہ اسے اپنے بارے میں کچھ یاد نہیں آرہا۔ وہ جتنا ذہن پر زور ڈالتی ہے، اتنا ہی مزید اُلجھتی جاتی ہے۔"

"اوہ تو اس کا حل کیا ہے؟"

"حل تو وقت کے پاس ہے بابا..... عموماً اس صورتِ حال میں مریضوں کی یادداشت رفتہ رفتہ لوٹ آتی ہے اور کبھی یکدم بھی واپس آجاتی ہے جب تک یہ نہیں ہوتا، اسے اس زندگی کے ساتھ جینے کی عادت کرنا ہوگی فی الحال تو اسے سکون آور دوائیں دی جارہی ہیں مگر ایک ہفتے بعد یہ بھی بند ہوجائیں گی۔"

"اللہ اسے صحت دے۔" بابا نے پورے خلوص سے کہا اور اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔

☆☆☆

غضنفر اس چھوٹے سے کمرے میں بالکل تنہا تھا۔ لائی ڈیٹیکٹر ٹیسٹ کے بعد سے اب تک اس سے کسی نے رابطہ نہیں کیا تھا البتہ کھانا اسے وقت پر مل رہا تھا۔ اتنا تو وہ سمجھ ہی رہا تھا کہ اس ٹیسٹ میں گڑبڑ ہوگئی تھی۔ وہ یہ سوچ سوچ کر پریشان تھا کہ انہوں نے اس کے جھوٹ کو پکڑ لیا ہے یا نہیں۔ اگر وہ سمجھ گئے ہیں تو پھر اس سے سوال کیوں نہیں ہورہے؟ اسے اس طرح تنہا کیوں چھوڑ دیا گیا ہے۔

دوسری صورت اسے اور زیادہ خوف زدہ کررہی تھی۔ اسے اندازہ تھا کہ وہ لوگ اس کی شناخت کو پہچان گئے ہیں۔ اگر وہ اب بھی خاموش رہتا ہے تو پھر وہ اسے اس بم دھماکے کے ساتھ جوڑ دیں گے جس کا وہ آفیسر ذکر کررہا تھا اور جس میں نوے افراد کے جاں بحق ہونے کا بتایا جارہا تھا۔ اس صورت میں وہ اپنے بچاؤ کے لیے کچھ بھی نہیں کرسکتا تھا۔ اس کے سامنے بچت کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ایک ہلکی سی امید تھی کہ شاید زورین اسے تلاش کررہی ہو شاید وہ اسے بچالے۔

مگر دل کی گہرائی میں وہ یہ جانتا تھا کہ ایسا ہونا ناممکن ہے..... پکڑے جانے والا جتنا زیادہ جانتا ہے، اس کی اتنی ہی جلد موت کے احکامات جاری ہوتے ہیں۔

وہ جتنا سوچ رہا تھا اسی قدر الجھتا جارہا تھا۔ اس کا ذہن اسے صرف ایک ہی راستہ دکھا رہا تھا جس میں اس کی تھوڑی بہت بچت کے امکانات تھے۔ اگر وہ اسے وعدہ معاف گواہ بنانے پر راضی ہوجائیں تو شاید اسے کم سزا ملے..... پھر بیان میں وہ خود کو جس حد تک بچا سکے گا بچانے کی کوشش بھی کرسکتا ہے۔

اسے یہی راستہ درست لگ رہا تھا۔ وہ انہیں سب کچھ بتادے گا شاید اس طرح اس کی سزا کم ہوسکے۔

اس فیصلے پر پہنچ کر وہ قدرے پُرسکون ہوگیا۔ اب اسے ان کے رابطے کا انتظار تھا۔

☆☆☆

اس قدر سخت انتظامات کے باوجود ان وارداتوں میں ذرّہ بھر بھی کمی نہیں آرہی، ہر روز اتنے لوگ اس کا نشانہ بن رہے ہیں خواہ وہ ایک ہے یا کئی افراد ہیں مگر ہم ان میں سے کسی کو بھی پکڑنے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟" ڈی آئی جی کے لہجے میں غصہ پھنکار رہا تھا۔

"یہی مسئلہ ہے سر..... شہر میں سخت ناکا بندی موجود ہے مگر پھر بھی وہ ان جگہوں پر واردات کرجاتا ہے جہاں بیک اَپ کمزور ہو۔" ایس ایس پی شفقت احمد نے جواب دیا۔

"اس سوال کا جواب تلاش کرنا آپ لوگوں کا کام ہے، کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟ لوگوں میں پولیس کا امیج بُرے سے بُرا ہوتا جارہا ہے۔ میڈیا میں ہمیں نالائق کہا جارہا ہے۔ کل منسٹر صاحب نے اس بات پر خاصا ایکشن لیا ہے۔"

"میں جانتا ہوں سر..... مگر وہ درحقیقت "چھلاوا" ہے۔" ایک اور پولیس افسر نے کہا۔

"اب آپ تو میڈیا کا رکھا نام نہ لیں۔" ڈی آئی جی نے اسے گھورا۔ "وہ چھلاوا ہے یا بھوت ہے یا جو بھی ہے، ہمارا کام اسے پکڑنا ہے اور عوام کو اس سے محفوظ رکھنا ہے۔"

"یس سر....." انہوں نے یک زبان ہوکر کہا۔

www.zemtime.com
ZEMTime

''ہمیں اس حوالے سے اپنے انتظامات کو فول پروف بنانا ہوگا۔ یہ بھی معلوم کیجیے کہ کہیں کوئی کالی بھیڑ ہماری صفوں میں موجود تو نہیں جو ہماری ساری محنت کو چند سکوں کے عوض برباد کر رہی ہو۔''

''ٹھیک ہے سر۔''

''میں امید کرتا ہوں کہ ہم اس مسئلے پر جلد قابو پالیں گے۔'' یہ گویا میٹنگ کے برخاست ہونے کا اعلان تھا۔

ایس ایس پی شفقت احمد تمام افسران کے ساتھ کھڑا ہوگیا تھا مگر ان کے ایک ایک کر کے کمرے سے نکل جانے کے باوجود وہ اپنی جگہ کھڑا رہا تھا۔

''ہاں شفقت تمہیں کوئی بات کرنا ہے؟'' ڈی آئی جی نے اس کی جانب دیکھا۔

''یس سر.....''

''بولو.....'' وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے۔

''سر، میری ایک درخواست ہے۔'' وہ ایک لمحے رکنے کے بعد بولا۔

''ہاں، ہاں بولو..... بیٹھو۔'' وہ کرسی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

''سر اس ''چھلاوے'' معاف کیجیے گا اس کیس کا ایک عجیب پیٹرن نظر آرہا ہے۔'' وہ بولا۔ وہ اس کیس کے انچارج کے طور پر کام کر رہا تھا۔

''کیسا پیٹرن؟''

''وارداتیں روزانہ کی بنیاد پر خاص ان علاقوں میں ہوتی ہیں جہاں نفری کم ہے یا بالکل نہ ہو، اور یہ سلسلہ بدلتا رہتا ہے۔''

''ہم.....'' ڈی آئی جی نے سوچتے ہوئے کہا۔

''میں یہ چاہتا ہوں کہ اگلے چند دنوں میں ہم ناکابندی کا شیڈول کرنے کے بجائے فوری فیصلہ کی پالیسی اپنائیں۔''

''تمہیں لگتا ہے کہ خبریں باہر جارہی ہیں؟''

''جی سر۔'' اس نے مختصر جواب دیا۔

''اوکے..... تم شیڈول بھی بننے دو اور فوری فیصلے کے تحت بھی کام کر سکتے ہو..... ہمیں کسی کو خبردار ہونے کا موقع دیے بغیر یہ کام کرنا چاہیے، اس وارداتیے کے ساتھ ساتھ اگر ایسا کچھ ہے تو ہمیں اس سلسلے کو بھی روکنا ہوگا۔''

''تھینک یو سر۔'' شفقت احمد نے کہا اور سیلوٹ مار کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کے ذہن میں ایک خاص پلان تشکیل پا رہا تھا اور وہ عالم تصور میں کامیابی کے بعد خود کو انٹرویوز دیتے دیکھ رہا تھا۔

☆☆☆

جونز ٹریڈمل پر مصروف تھا، اس کے کانوں پر ایئر پلگس لگے ہوئے تھے جن سے وہ اپنی پسندیدہ موسیقی سے بھی لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اچانک تیز گھنٹی نے اس کے کان جھنجھنا ڈالے۔ اس نے موسیقی بند کی، اسکرین پر جیمز کا نام دیکھ کر اس نے فوراً کال ریسیو کی۔

''کہاں مصروف ہو جونز؟'' جیمز نے پوچھا۔

''بس تیاری کر رہا تھا، آج کے معاملات اور علاقوں کا پلان بنا رہا تھا۔ جس کے بعد ڈیوٹیاں الاٹ کروں گا۔'' وہ مشین سے اتر کر پسینا صاف کرتے ہوئے بولا۔

''اب تمہیں یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' جیمز نے کہا۔

''کیا مطلب؟'' جونز نے حیرت سے پوچھا۔

''مطلب یہ کہ یہ مشن پورا ہوگیا ہے، آج سے فی الحال یہ کام موخر کیا جارہا ہے۔''

''اوکے..... مگر سچ بات یہ ہے کہ اب تو اس کام میں مزہ آنا شروع ہوا تھا۔'' جونز نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

''فکر نہ کرو، اب آگے تمہیں مزید زیادہ مزہ آنے والا ہے۔'' جیمز نے ہنستے ہوئے کہا۔

''یعنی نیا پلان تیار ہے؟''

''بالکل تیار ہے۔ میں رات میں تم سے اس کی تفصیلات پر بات کروں گا، فی الحال تمہیں ایک پتا بھیجا جارہا ہے وہاں سے پھلجھڑی انار وصول کرلو اور ہاں ہمیں دو مقامی افراد کی ضرورت بھی ہے۔''

''دو؟ زیادہ بھی مل جائیں گے۔''

''نہیں زیادہ نہیں، فی الحال دو ہی چاہئیں، میں تم سے رات کو بات کرتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے جیمز..... میں کرتا ہوں یہ دونوں کام..... ایک خیال آرہا تھا۔''

''وہ کیا.....؟''

''یہاں جو لوکل ٹیم پہلے زورین کے ساتھ کام کر رہی تھی، ان کو انوالو کیا جائے تو کیسا رہے گا؟''

''جونز یہ سوچنا تمہارا یا میرا نہیں، باس کا کام ہے اگر وہ کہیں گے تو یہ بھی ہوسکتا ہے مگر جب تک وہ نہ کہیں ہمیں خود سے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014

''ٹھیک ہے، سمجھ گیا۔''

''میں یہ کام کر کے مطلع کرتا ہوں۔''

''نہیں کال مت کرنا..... میں خود رات کو رابطہ کروں گا۔'' جیمز نے کہا اور رابطہ منقطع ہو گیا۔

☆☆☆

غفار احمد آج بھی معمول کے مطابق فجر کی اذان پر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اسے مسجد میں پہنچنے میں چند منٹ ہی لگے تھے۔ واپسی پر وہ روز کی طرح دودھ اور انڈے وغیرہ خریدتا ہوا گھر آیا تھا۔ اس کی بیوی اس دوران نماز پڑھ کر دوبارہ سو جاتی تھی۔ واپسی کے بعد صبح کی پہلی چائے وہ روز خود ہی بنایا کرتا تھا۔ یہ اس کا پسندیدہ وقت تھا جب اردگرد اس کے سوا کوئی نہیں ہوتا تھا نہ ہی آوازوں کا شور ہوتا تھا۔ وہ آرام سے چائے پیتا، موبائل پر خبریں دیکھتا۔ سات بجے تک اس کی بیوی جاگ جاتی اور پھر آٹھ بجے تک وہ ناشتا کر کے گھر سے نکل چکا ہوتا۔ اس کی ٹائر ٹیوب وغیرہ کی دکان تھی ساتھ ہی اس نے پنکچر بنانے کا ٹھیا بھی بنا رکھا تھا جس سے اس کی اچھی آمدنی ہو جایا کرتی۔ اس کی دکان گھر کے قریب ہی تھی۔ یوں وہ ہر نماز باقاعدہ مسجد میں ہی جا کر پڑھا کرتا تھا۔ محلے اور مارکیٹ میں اس کی بہت عزت تھی۔ وہ مسجد کی کمیٹی کا ممبر بھی تھا۔

آج بھی وہ معمول کے مطابق ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے دکان سے باہر نکلا۔ دکان پر کام کرنے والا لڑکا عامر اس کے محلے میں ہی رہتا تھا۔

''خیال رکھنا..... کوئی گراہک (گاہک) آجائے تو سب تفصیل سے بتانا..... روک سکو تو میرے آنے تک روک بھی لینا..... اور ہاں اِدھر اُدھر نہ نکلیو کام کرتے رہنا..... سمجھ گیا نا.....'' وہ ہر روز اس وقت یہی جملے دہرایا کرتا تھا جواب میں عامر سر ہلاتا..... منہ میں گٹکا بھرے ہونے کی وجہ سے وہ عموماً گردن ہلا کر ہی بات کا جواب دیا کرتا اور اس کی اس حرکت سے غفار احمد بگڑ جاتا تھا۔

''تو اس بُری عادت کو چھوڑ کیوں نہیں دیتا..... ایک ہی بیٹا ہے تو اپنی ماں کا، بے چاری نے کتنے دکھ دیکھے ہیں، اب تو یہ زہر کھا کھا کر بیمار ہو گیا تو کیا کرے گی وہ..... اُس کا ہی سوچ لے۔'' وہ چپل پہنتے ہوئے بولا۔

''اب نہیں کروں گا چاچا۔'' عامر گٹکا تھوکتے ہوئے بولا۔

''تو اور تیری توبہ.....'' غفار احمد بڑبڑایا اور آگے بڑھ گیا۔

مسجد کے قریب پہنچ کر وہ ٹھٹک سا گیا۔ وہاں باہر خاصا رش لگا ہوا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا۔

''خیر تو ہے بھائیو.....'' اس نے پوچھا۔

''خیر ہی تو نہیں ہے غفار بھائی.....'' پیش امام صاحب نے اسے دیکھ کر کہا۔

''کیا ہو گیا ہے؟ یہ سب جمع کیوں ہیں یہاں؟'' اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا۔

''کیا بتاؤں آپ کو؟ اور کیسے بتاؤں؟'' پیش امام بولے۔ ''جو بات کبھی نہیں سنی نہ دیکھی، وہ ہو گئی ہے۔ مسجد پر قبضہ ہو گیا ہے، کہتے ہیں کہ ہم یہاں نماز نہیں پڑھ سکتے۔''

''کون کہتا ہے؟'' غفار کا پارا بلند ہو گیا۔ ''کس نے قبضہ کیا ہے؟ آپ صاف صاف کیوں نہیں بتاتے۔''

''ارے بھائی غفار دوسرے لوگوں نے..... وہ کہتے ہیں کہ یہ اُن کی مسجد ہے اور اب سے وہ یہاں نماز پڑھیں گے۔''

''وہ بھی پڑھ لیں، مسجد اللہ کا گھر ہے روک کیسے سکتے ہیں وہ کسی کو..... اور آپ لوگ باہر کیوں کھڑے ہیں، چلیے اندر چلتے ہیں بات کرتے ہیں اُن سے..... کوئی مساجد پر بھی قبضہ کرتا ہے۔''

''ابھی نہ جائیے کمیٹی کے چیئرمین اور علاقے کے ناظم بات کر رہے ہیں اصل میں یہ جو لوگ ہیں یہ ٹھیک نہیں لگ رہے۔'' ان کے ایک پرانے واقف کار نے ان کا بازو پکڑ کر روکتے ہوئے کہا۔

''کیا مطلب؟''

''مطلب ہتھیار وغیرہ ہیں ان کے پاس..... مجھے تو لگتا ہے کہ یہ کسی اور ہی چکر میں ہیں۔'' وہ سرگوشی میں بولے۔

''تو اب ہم لوگ کیا کریں؟'' غفار نے کچھ نہ سمجھتے ہوئے پوچھا۔ ''نماز کا وقت نکلا جا رہا ہے۔ اذان بھی نہیں ہوئی اب تک..... یہ تو غلط ہے نا؟''

''بالکل درست کہہ رہے ہیں..... دیکھیے کیا ہوتا ہے۔''

ابھی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ مسجد کمیٹی کے چیئرمین علاقے کے ناظم کے ہمراہ باہر آتے نظر آئے۔ کمیٹی کے چیئرمین بُری طرح بپھرے ہوئے تھے۔

''یہ کیا غنڈا گردی ہے، آپ علاقے کے ناظم ہیں آپ کچھ کریں، پولیس کو بلائیں۔'' وہ سختی سے کہہ رہے تھے۔

www.zemtime.com

''ہوا کیا ہے اکبر بھائی؟'' غفار نے پوچھا۔ ''کیا کہتے ہیں وہ؟''

''بدتمیز لونڈے ہیں۔ مجھے تو لگتا ہے کہ یہ سب زمین ہتھیانے کے طریقے ہیں۔''

''یہ کیسے ہوسکتا ہے؟''

''چاؤ ان کو نکال کے باہر پھینکتے ہیں۔''

مسجد کے باہر موجود لوگ طیش میں آرہے تھے۔ حالات تیزی سے بگڑ رہے تھے۔

''دیکھیے میں نے پولیس کو فون کر دیا ہے، ضرورت پڑی تو حکومت تک جائیں گے، آپ لوگ پرسکون رہیں بلکہ یہاں سے چلے جائیں۔'' علاقے کے ناظم جمشید اللہ نے کہنے کی کوشش کی۔

''چلے جائیں کیا مطلب؟ پولیس تو اب تک آئی نہیں..... ہم بھی چلے گئے تو یہ معاملہ ہی ختم ہو جائے گا۔'' کمیٹی کے چیئرمین نے کہا۔

ابھی یہ بحث جاری ہی تھی کہ اچانک ایک ہلکے سے دھماکے کی آواز آئی اور پھر یکے بعد دیگرے کئی بار پٹاخوں کا شور بلند ہوا۔

''فائرنگ ہو رہی ہے۔'' کوئی چلّایا۔ مجمع دیکھتے ہی دیکھتے منتشر ہونے لگا۔ یہ ہوائی فائرنگ کون کس طرف سے کر رہا تھا، یہ نظر نہیں آرہا تھا نہ ہی اس بھگدڑ میں کسی کو اس جانب توجہ دینے کا خیال آیا۔

غفار بھی تیزی سے مڑا۔ وہ چند قدم ہی آگے گیا ہوگا کہ اچانک اسے یوں لگا جیسے اس کی پیٹھ میں آگ کا گولا اتر گیا ہو۔ ایک شدید جان لیوا اذیت نے اس کے رگ و پے کو بے بس کر دیا۔ وہ آگے بڑھنا چاہ رہا تھا مگر اس کی ٹانگوں میں حرکت کرنے کی ہمت بھی نہیں بچی تھی، وہ چند لمحے لہرایا اور پھر زمین پر آرہا..... اس کا سر فٹ پاتھ سے ٹکرایا اور پھر اس کے چاروں جانب اندھیرا پھیل گیا۔

☆☆☆

وہ ایک عجیب سی عمارت تھی۔

شہر کے اس پسماندہ علاقے میں بنی اس بلڈنگ میں باڈی بلڈرز کا ایک کلب اس کی منزل تھی۔ جونز کو یہ ایڈریس جیمز نے بھیجا تھا۔ اسے یہاں سے ضرورت کا سامان ملنا تھا۔ وہ نیم اندھیری لابی سے گزر کر ہال نما کمرے میں داخل ہوا جہاں کئی نوجوان مختلف مشینوں پر ورزش کر رہے تھے۔ اندر ایک باکسنگ رِنگ بھی موجود تھا۔

جونز نے اسے دیکھ کر سر ہلایا۔ اسے چونکہ خود جم، باڈی بلڈنگ وغیرہ سے دلچسپی تھی اس لیے اس حوالے سے اس کی معلومات بھی زیادہ تھیں۔ اس نے سن رکھا تھا کہ یہاں بھی باکسنگ کے پرائیویٹ جان لیوا مقابلے کیے جاتے تھے جن پر ہزاروں لاکھوں کی شرطیں بھی لگتی تھیں۔ ان مقابلوں میں کسی اصول قاعدے کا لحاظ نہیں کیا جاتا، ان کے اپنے اصول تھے اور مقابلہ جتنا خوفناک ہوتا لوگوں کی دلچسپی اور شرطوں کا لیول اسی حساب سے بڑھ جاتا۔

''جی..... کون ہے بھائی تم..... تم کو کس سے ملنا ہے؟'' ایک کھردری اکھڑ آواز پر وہ مڑا۔ ایک ادھیڑ عمر گارڈ اسے گھور رہا تھا۔ اس کی پرانی سی وردی کے ساتھ جدید رائفل عجیب سی لگ رہی تھی۔

''بابا سے.....؟ تو اور کیوں کھڑے ہو؟ آؤ میرے ساتھ.....'' وہ آگے بڑھتا ہوا بولا۔

کمرا اور کمرا گزر کے وہ ایک دروازے پر رکا۔

''تم اور رکو، ام پوچھ کر آتا ہے.....''

''انہوں نے مجھے بلایا ہے..... ان کو بتا دو کہ چھوٹا استاد آیا ہے۔'' جونز نے کہا۔

''چھوٹا استاد.....'' اس نے ایک لمحے اس کا جائزہ لیا پھر بولا۔ ''چھوٹا تو نہیں ہے تم..... استاد ہے کہ نہیں یہ تو بابا کو پتا..... ام ابھی آتا ہے۔'' وہ یہ کہہ کر کمرے کے اندر داخل ہوا اور اگلے ہی لمحے واپس باہر آ گیا۔

''آیئے چھوٹا استاد..... بابا آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔'' بابا گھسن کے کمرے میں داخل ہو کر جونز کو ایک بار پھر حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔ یہ کمرا اس عمارت اور جم کا حصہ ہونے کے باوجود اس سب سے بالکل الگ تھا۔ کمرے کو بالکل جدید اور اسٹائلش انداز میں سجایا گیا تھا۔

''آؤ..... آؤ..... تمہارا ہی انتظار تھا۔'' سامنے صوفے پر براجمان ایک ہٹے کٹے نوجوان شخص نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ ''میں بابا ہوں۔''

''میں تو سمجھا تھا کہ میرا سامنا کسی عمر رسیدہ شخص سے ہوگا۔'' جونز اس سے مصافحہ کرتے ہوئے بولا۔

''اکثر لوگ یہی سمجھتے ہیں۔'' وہ مسکرایا۔ ''مجید مہمان کے لیے کچھ لاؤ..... کیا پینا پسند کرو گے، یہاں ہر مشروب مل جائے گا۔''

''کچھ بھی نہیں..... ڈیوٹی پر ہوں۔'' جونز بھی مسکرایا۔ ''بس اپنا سامان درکار ہے مجھے.....''

''ہاں وہ سب تیار ہے۔'' اس نے سامنے رکھے ایک چھوٹے جدید بریف کیس پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

www.zemtime.com

''اس میں سب موجود ہے۔''

''بالکل..... جو حکم ملا تھا وہ سب ہے۔''

''ٹھیک ہے پھر، اگر اجازت ہو تو میں چلوں؟'' جونز نے کہا، اسے معلوم تھا کہ بابا کو اس کی منہ مانگی قیمت مل چکی تھی۔

''بالکل..... مجید تم کو کار تک چھوڑ دے گا۔'' اس کے اشارے پر گارڈ نے وہ بریف کیس اٹھا لیا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد جونز گھر پہنچ چکا تھا۔ گھر پہنچنے کے کچھ دیر بعد اس نے بریف کیس کھول کر اس کا جائزہ لیا۔ اس میں دو عدد موبائل فون رکھے ہوئے تھے۔ اس کے علاوہ کچھ مخصوص انداز کی سرنجیں اور ایک تھیلی میں کچھ انجکشن موجود تھے۔ اس نے اس مختصر سے سامان کو دیکھ کر کندھے اچکائے اور بریف کیس بند کر دیا۔ اسے جیمز کی فون کال کا انتظار تھا اور اس سے قبل اسے ایک اور کام بھی نمٹانا تھا۔

☆☆☆

کریم، کرنل جواد اور دوسرے افسران اس وقت ڈیوڈ (باباجی) کے آستانے کے باہر موجود تھے۔ لیوی اور جوزف کے بیانات سے انہیں باباجی کی اصلیت کا علم ہو چکا تھا۔ اس نیٹ ورک کو جاننے اور اس کو ختم کرنے کے لیے اس کی گرفتاری نہایت ضروری تھی۔ وہ ہر ممکن تیزی اور خاموشی سے یہاں پہنچے تھے اور افسران نے عمارت کو اپنے گھیرے میں لے لیا تھا۔

کریم اور کرنل جواد دو افراد کے ساتھ آستانے کے اندر داخل ہوئے۔ اس وقت چند ہی افراد موجود تھے۔ ان کے اندر جاتے ہی شہزاد ان کی جانب بڑھا۔

''جی صاحب.....''

''باباجی سے ملنا ہے ہمیں.....'' کریم نے نرمی سے کہا۔

''باباجی نہیں مل سکتے۔ وہ ایک اہم عمل کر رہے ہیں اس دوران کسی سے ملاقات ممکن نہیں ہے۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔ ''آپ اپنا کام مجھے بتا دیں..... میں ان کی خدمت میں پہنچا دوں گا۔''

''نہیں کام تو صرف انہی سے ہے۔'' کریم جواباً مسکرایا۔ ''اور کر بھی وہی سکتے ہیں جہاں تک ان کی خدمت میں پہنچانے کی بات ہے وہ تمہیں ہم لوگوں کو ہی پہنچانا پڑے گا۔''

''آپ میری بات سمجھے نہیں ہیں شاید.....'' اس بار وہ کچھ سختی سے بولا۔

''نہیں، یہ جملہ اس طرح نہیں ہے، یہ جملہ کچھ یوں ہے کہ شاید تم ہماری بات نہیں سمجھے۔'' کریم نے اس کو گردن سے پکڑتے ہوئے کہا۔ ''ہمیں اسی وقت تمہارے باباجی سے ملنا ہے..... فوراً۔''

''م م مگر.....'' وہ ہکلایا۔

''ہال میں موجود باقی تین چار لوگ سراسیمہ سے ہو کر ان کو دیکھ رہے تھے۔ کریم کے ساتھ موجود افسران ان سب کو باہر لے گئے۔

''چلو.....'' کریم نے جیب سے پسٹل نکال کر شہزاد کے سر پر رکھ دی۔ ''اب تو تم کہہ سکتے ہو نا اپنے باباجی سے کہ ہم زبردستی لائے ہیں تمہیں؟''

''آ..... آپ لوگ کون ہیں.....؟''

''جتنا کہا ہے صرف وہ کرو اگر زندہ رہنا ہے تو.....'' کریم نے سرد لہجے میں کہا اور پسٹل سے اس کے سر پر ہلکا سا ٹھوکا دیا۔

''ج جی میں چل رہا ہوں۔'' شہزاد لرز کر آگے بڑھا۔

تہ خانے میں اتر کر وہ ایک بند دروازے کے سامنے رک گیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ کریم نے اسے آواز دے کر دروازہ کھولنے کو کہا۔

''بابا صاحب.....'' اس نے دستک دے کر بالآخر زور سے کہا۔

''کیا مصیبت پڑ گئی ہے تمہیں شہزاد.....'' دو دستکوں میں ہی دروازہ کھل گیا۔

''اسے نہیں ہمیں ملنا تھا تم سے.....'' کریم نے مسکرا کر کہا۔

''میں نہیں مل سکتا کسی سے..... تم نے انہیں نہیں بتایا کہ میں مصروف ہوں۔'' وہ شہزاد کی جانب دیکھ کر غرایا۔

''اب کس کام میں مصروف ہو ڈیوڈ، تمہارا کام تو ختم ہو گیا اور وہ بھی ناکام۔'' کرنل جواد کے الفاظ پر وہ بری طرح گڑبڑا گیا۔ اس کی ساری تیاری مکمل تھی اور اسے آج ہی رات یہاں سے نکل جانا تھا مگر اب اسے ایسا ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔

''تم کیا کہہ رہے ہو، مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔'' وہ بولا اور مڑا۔ مڑتے ہی اس نے جیب سے پسٹل نکالی اور بجلی کی سی تیزی سے کرنل جواد کے سر پر رکھ دی۔ ''اگر تم نے ذرا بھی حرکت کی تو اپنی جان سے جاؤ گے..... چلو آگے بڑھو اب تم مجھے یہاں سے نکالو گے۔''

www.zemtime.com

کریم چپ چاپ اُس کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"تم اب تک یہاں کھڑے ہو؟ اگر اپنے ساتھی کی زندگی چاہتے ہو تو سامنے سے ہٹ جاؤ۔" وہ کرنل جواد کو ڈھال بنا کر آگے بڑھتے ہوئے بولا۔

کریم نے ایک نظر کرنل جواد پر ڈالی اور ڈیوڈ کو دیکھا پھر بولا۔ "ٹھیک ہے میں ہٹ جاتا ہوں، تم کچھ مت کرنا۔" یہ کہتے ہوئے وہ تیزی سے گھوما اور اس کی کک ڈیوڈ کے کندھے سے ہوتی ہوئی اس کے چہرے پر پڑی۔ کریم کے گھومتے ہی کرنل جواد نے جھک کر اس کے پیٹ میں کہنی ماری، دونوں طرف سے اچانک پڑنے والی افتاد نے ڈیوڈ کے ہاتھ سے پسٹل کو اُڑا دیا۔ کریم نے اسے گریبان سے پکڑ کر اس کے پیٹ میں دو گھونسے رسید کیے۔ ان دو گھونسوں نے ہی اسے ادھ موا کر دیا تھا۔

"کمال ہے یار تم تو بڑی آسانی سے قابو میں آگئے....." کریم نے اسے بازو سے پکڑ کر زمین سے اٹھایا۔ "چلو اب چلتے ہیں باقی باتیں آرام سے کریں گے۔" کچھ ہی دیر میں آستانے میں ہر طرف افسران نظر آرہے تھے۔

☆☆☆

غفار کی ہلاکت نے پورے علاقے میں آگ سی لگا دی تھی۔ لوگ جگہ جگہ جمع ہو رہے تھے۔ نعرے بازی کر رہے تھے۔ بات حکومت کے خلاف احتجاج تک جا پہنچی تھی۔ پولیس نے اگرچہ مسجد کے معاملات پر قابو پالیا تھا مگر قبضہ کرنے والوں یا فائرنگ کرنے والوں میں سے کوئی بھی گرفتار نہیں ہو پایا تھا۔ وہ اس ہنگامے کی آڑ میں منظر سے غائب ہو گئے تھے۔ غفار کی نماز جنازہ اسی مسجد میں پڑھائی گئی اور پورا علاقہ اس کے جنازے میں شریک ہوا تھا۔ شہر کے کئی بڑے علما بھی وہاں پہنچ گئے تھے اور اس واقعے کے خلاف ایک بڑے احتجاجی جلوس کی تیاری شروع کر دی تھی۔

"اگر آپ میری بات مانیں تو چند دنوں کے لیے رک جائیں، اس وقت اس سب سے ہنگامہ بڑھنے کا خدشہ ہے..... تحقیقات کو مکمل ہونے دیں۔" علاقے کے ناظم نے اپنی رائے دی مگر کوئی بھی اس کی بات سننے کو تیار نہیں تھا۔

"معاف کرنا میاں! یہ ہمارا حق ہے اور ہمارے ساتھ بُرا ہوا ہے۔ پولیس تو کسی کو گرفتار تک نہیں کر پائی..... یہ جلوس پرسوں جمعۃ المبارک کو نکالا جائے گا اور اس میں مزید افراد اور جماعتوں کو ساتھ ملایا جائے گا، ہمیں شہید غفار کے قاتل چاہئیں۔ اگر ایسا جلد نہ ہوا تو پھر مزید حکمتِ عملی طے کی جائے گی۔" پیش امام صاحب نے کہا۔ ان کے اس اعلان کی تائید میں نعرے لگائے گئے۔ مسجد میں ہی اس احتجاجی جلوس کی تیاری کے لیے کیمپ آفس بنا دیا گیا تھا۔ یہ اندازہ لگانا بالکل آسان تھا کہ اس جلوس میں ہزاروں کی تعداد میں شرکا شامل ہونے والے تھے۔ مسجد کے باہر میڈیا کی اوبی وینز اور اینکرز کی قطاریں لگی ہوئی تھیں۔ مختلف انٹرویو اور بریکنگ نیوز کا جادو سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ ماحول میں تناؤ اور گرمی بڑھتی جا رہی تھی۔

☆☆☆

جیمز کی کال آنے تک جونز اپنے کام نمٹا چکا تھا اور اطمینان سے پاور ڈرنک کے مزے لے رہا تھا۔ فون کی پہلی گھنٹی پر اس نے کال ریسیو کر لی تھی۔

"گڈ یعنی تمہاری تیاری مکمل ہو گئی ہے۔" دوسری جانب سے جیمز کی آواز میں مسکراہٹ جھلک رہی تھی۔

"بالکل..... بس حکم کا انتظار ہے۔" وہ بولا۔

"حکم بھی آگیا ہے، میں نے ابھی تمہارے نمبر پر ایک پتا بھیجا ہے تمہیں اپنے سامان کے ساتھ وہاں پہنچنا ہے۔ کارروائی کا بیس کیمپ یہی جگہ ہو گی۔"

"بہتر ہے، مجھے ابھی جانا ہے یا صبح؟"

"ابھی۔" جیمز نے لفظ ابھی پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "تمہیں کچھ تیاری بھی کرنا ہو گی۔ میں نے تم سے دو افراد کے بارے میں کہا تھا۔"

"جی ہاں، ان کے لیے بات کرنی ہے اور یوں سمجھیے کہ وہ میرے پاس ہیں۔"

"سمجھے نہیں، ان کو بھی تمہیں اپنے ساتھ لے جانا ہو گا، ہمارے پاس وقت بالکل نہیں ہے۔ تمہیں انہیں کل ہی استعمال کرنا ہو گا۔"

"کل.....؟ کیا انہیں کوئی ٹریننگ وغیرہ نہیں دی جائے گی؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"نہیں۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس کے بغیر بھی سب کچھ ہو جائے گا۔" وہ بولا۔ "تم وہاں پہنچو، وہاں تمہاری مدد کے لیے ایک شخص موجود ہے جو ان کو تیار کر دے گا۔"

"ہمیں یہ فائر ورک (آتش بازی) کل ہی کرنا ہے۔" جونز نے پوچھا۔

"ہاں، کل بہت اچھا موقع ہے۔ اس فائر ورک کی چمک انہیں بہت عرصے تک پریشان رکھے گی۔"

www.zemtime.com
ZEM Time SINCE 2014

"اوکے ڈن، میں پہنچ رہا ہوں۔"
"گریٹ....." جیمز نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

☆☆☆

"خدا جانے یہ اس شہر کو کیا ہوتا جا رہا ہے۔" بابا بڑبڑائے۔ "ہر وقت کسی نہ کسی سازش میں گھرا ہی رہتا ہے یہ۔"

"بات تو درست ہے بابا....." میں نے اثبات میں گردن ہلائی۔ "دو دن پہلے تک اس چھلاوے کا چکر چل رہا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ تھا کون اور اس سے اسے ملا کیا؟ اتنے لوگ زخمی ہوئے نہ جانے کتنوں کے ساتھ کیسے کیسے طبی مسائل ہمیشہ کے لیے پیدا ہو گئے ہوں گے۔ زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ اتنے بڑے شہر میں ہفتوں خوف پھیلانے والا۔ یا والوں میں سے کوئی ایک بھی پکڑا نہیں جا سکا۔ اب دو دن سے وہ مسئلہ رکا ہے تو یہ معاملہ کھڑا ہو گیا ہے۔" میں نے کہا۔

"اور یہ سوچنے کی بات ہے۔" علی بولا۔

"کیا بات ہے؟" میں نے خالی الذہنی سے پوچھا۔

"اس کا اس طرح غائب ہو جانا..... پہلے تو ایک روز میں کافی کیسز ہو رہے تھے اور اب ایک بھی نہیں..... کیا تمہیں یہ کچھ عجیب نہیں لگ رہا۔"

"ہاں عجیب تو ہے، ہو سکتا ہے کہ اب اس کا دوسرا کوئی ٹاسک شروع ہو گیا ہو۔" میرے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"یہی مجھے لگ رہا ہے سارہ....." علی بولا۔ "بالکل یہی..... اگر ایسا ہے تو یہ زیادہ تشویشناک بات ہے اور آنے والی تباہی یا گڑبڑ چھلاوے کے چاقو حملوں سے زیادہ تباہ کن ہو سکتی ہے۔"

"یہ مسجد والا مسئلہ بھی کم پریشان کن نہیں ہے۔ یہ گویا چنگاری ہے جو کسی بھی وقت بھڑکتی، جلاتی اور سب کچھ تباہ کرتی آگ بن سکتی ہے۔" بابا سنجیدگی سے بولے۔ "اس پر حکومت کو بہت سنجیدگی سے وقت ضائع کیے بغیر اقدامات کرنے چاہئیں مگر فی الحال تو ایسا کچھ ہوتا نظر نہیں آ رہا۔"

"جی بابا۔" میں نے جواب دیا۔ میرا ذہن غضنفر والے معاملے میں بھی اُلجھا ہوا تھا، اس نے کیا بیان دیا؟ اس سے کیا کچھ معلوم ہو سکا ہے؟ کریم کی غیر حاضری کی وجہ سے اب تک اس میں سے کچھ بھی میری معلومات میں نہیں آ سکا تھا۔ میں اس سے اس سلسلے میں بات کرنا چاہتی تھی مگر کریم سے آج بھی رابطہ نہیں ہو پایا تھا۔ سونیا بھی آج تمام دن سوتی رہی تھی۔ علی کے مطابق اسے ذہنی سکون کی اشد ضرورت تھی۔

"سارہ....." علی کے زور سے آواز دینے پر میں چونک گئی۔

"کیا سوچ رہی تھیں بیٹا....." بابا نے شفقت سے پوچھا۔

"کچھ خاص نہیں بابا..... سوچ رہی تھی کہ کل دفتر کا چکر لگا لوں..... کافی دنوں سے اس طرف توجہ نہیں ہو پائی..... کریم سے بات ہو تو غضنفر والے معاملے کا بھی کچھ پتا لگے۔"

"ہاں وہ تو کریم کے آتے ہی معلوم ہو جائے گا مگر فی الحال تم دفتر والا پروگرام ایک دو دن کے لیے موخر کر دو۔" علی بولا۔ "یہ دیکھو کہ میں نے کتنی اچھی اردو بولی ہے۔"

"شاباش، مگر دفتر کیوں نہ جاؤں؟"

"سونیا کو تمہاری ضرورت پڑ سکتی ہے، دوسرے غضنفر کا ساتھی اب تک پکڑا نہیں گیا ہے، میرا خیال ہے کہ تھوڑی احتیاط بہتر ہے۔" وہ بولا۔

"ٹھیک ہے....." میں نے سر ہلایا۔ میرا بحث کرنے کا بالکل موڈ نہیں ہو رہا تھا۔ جب میں سونے کے لیے اپنے کمرے میں آئی تب بھی میری کیفیت ایسی ہی تھی۔ فی الحال سب کچھ ٹھیک ٹھاک چل رہا تھا۔ ابراہام کی رچائی سازش بھی ناکام ہو چکی تھی۔ اس کے باوجود مجھے نہ جانے کیوں یہ لگ رہا تھا جیسے کچھ ہونے والا ہے۔ کچھ ایسا جس کو سہنا آسان نہیں ہوگا..... وہ کیا ہوگا؟ یہ تو صرف خدا کو ہی معلوم تھا مگر میری چھٹی حس مسلسل خطرے کے سگنل دکھا رہی تھی۔

☆☆☆

جونز ایک گھنٹے میں جیمز کے دیے گئے پتے پر پہنچ گیا تھا۔ یہ ایک چھوٹا سا مکان تھا۔ جونز کے ساتھ دو نوجوان بھی تھے۔ ان کی عمر پندرہ سے اٹھارہ سال کے درمیان تھیں۔ ان میں سے ایک کچھ گھبرایا ہوا تھا جبکہ دوسرا تیز و طرار تھا۔ جونز نے انہیں کسی کے ذریعے بھرتی کیا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ درمیان کی وہ کڑی بھی براہِ راست جونز کو نہیں جانتی تھی۔ جیمز کے ہاتھ میں بابا گھسن والا بریف کیس تھا۔

دروازہ پہلی دستک میں کھل گیا جیسے کوئی وہیں کھڑا اُن کا انتظار کر رہا ہو۔ دروازہ کھولنے والا ایک ادھیڑ عمر مقامی شخص تھا۔ ان تینوں کے اندر داخل ہوتے ہی اس نے دروازہ بند کر دیا تھا۔

"آیئے جونز! آپ کو خوش آمدید!" وہ دروازہ بند

www.zemtime.com

کرنے کے بعد جاپانیوں والے انداز میں جھکا اور پھر ان تینوں کو اندر لے آیا۔ کچھ ہی دیر بعد اس نے ان دونوں لڑکوں کے لیے کھانے کا اہتمام کرا دیا تھا۔ ''آپ لوگ کھانا کھائیں، ہم تھوڑی دیر میں آپ کو کمرے میں بلاتے ہیں۔'' وہ انہیں کھانے کے ساتھ انصاف کرتا چھوڑ کر دوسرے کمرے میں آ گئے تھے۔

''جونز! میں ڈاکٹر سلمان ہوں۔'' وہ صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ ''آپ وہ بریف کیس بھی لائے ہیں نا.....؟ میرا مطلب ہے کہ یہی وہ بریف کیس ہے؟'' اس نے جونز کے ہاتھ میں موجود بریف کیس کی جانب اشارہ کیا۔

''جی بالکل.....'' جونز نے مختصر سا جواب دیا۔

''تو پھر اس کو کھول دیں تاکہ میں اس کے استعمال کے بارے میں کچھ بتا سکوں۔'' جونز کے بریف کیس کو کھولنے کے بعد اس نے ایک نظر اندر موجود چیزوں پر ڈالی پھر مسکرا دیا۔

''ہمیں انہیں کل ہی استعمال کرنا ہے۔'' جونز بولا۔ ''مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ باقی پروگرام کے بارے میں مجھے آپ سے تفصیلات مل جائیں گی۔''

''جی بالکل..... یہ موبائل فون ہمیں ان لڑکوں کو دینے ہیں اور انہیں کل ہونے والے احتجاجی جلوس میں شامل کرنا ہے۔''

''یہ تو میں سمجھ گیا ہوں مگر ان کی کوئی تربیت نہیں ہوئی۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ کوئی ہتھیار چلانا جانتے بھی ہیں کہ نہیں اور ان میں سے ایک تو بالکل ہی بونگا ہے۔'' جونز بولا۔

''ان کے لیے ہی تو یہ دوسرا سامان موجود ہے۔'' ڈاکٹر سلمان شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

''یہ انجکشن.....؟'' جونز نے پوچھا۔

''جی ہاں، اس میں دنیا کا تیز ترین نشہ موجود ہے۔ اس..... انجکشن سے یہ نہ تو سوئیں گے اور نہ ہی نشے میں آئیں گے..... اس سے یہ بہت خونخوار بن جائیں گے۔ آپ کے اشارے پر شیر سے بھی لڑ جائیں گے۔ سو افراد سے جنگ بھی کر لیں گے۔ اس کے اثرات چوبیس گھنٹوں تک باقی رہتے ہیں۔''

''ہم..... یعنی یہ انجکشن لگا کر ہم انہیں تیار کریں گے اور باقی کام موبائل بم کے ذریعے کیا جائے گا.....''

''جی بالکل..... یہی پلان ہے۔'' وہ بولا۔

''یعنی ہمیں اس کے سوا کچھ نہیں کرنا.....؟''

''کرنا ہوگا تمہیں۔ وقت پر موبائلز پر کال کرنی ہوگی۔ فون ریسیو ہونے کے بیس سیکنڈ کے اندر موت کا دھماکا وہاں تباہی پھیلا دے گا۔ یہ دونوں مختلف حصوں میں موجود ہوں گے پھر یعنی احتیاطی تدابیر کے طور پر دونوں دھماکے ایک ساتھ ہونے چاہئیں۔'' ڈاکٹر سلمان نے کہا۔

''ان کے نمبر دیکھ لینے چاہئیں۔'' وہ بولا۔

''جی بالکل۔ نمبر میرے پاس ہیں۔ اس نے جیب سے ایک چھوٹی سی ڈائری نکالی اور اس میں موجود نمبر دہرانے لگا۔

''ارے ارے رکیے ڈاکٹر صاحب..... میں لکھنا تو شروع کروں.....'' جونز نے جیب سے فون نکالا اور بتائے ہوئے نمبر اس میں محفوظ کر لیے۔

☆☆☆

احتجاجی جلوس کو جمعۃ المبارک کی نماز کے بعد نکلنا تھا۔ اس کی ابتدا کے لیے شہر کی ایک بڑی اور مصروف شاہراہ کا انتخاب کیا گیا تھا۔ نماز کے فوراً بعد سے ہی وہاں سیکڑوں اور پھر ہزاروں افراد جمع ہو گئے تھے۔ جلوس کے ساتھ علما کا ٹرک بھی موجود تھا جہاں سے وقفے وقفے سے تقاریر کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ ہجوم نعرے لگاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ اس میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اس سڑک پر مسلسل ٹریفک رہتا تھا۔ اب جلوس کی وجہ سے سیکڑوں گاڑیاں، بسیں وغیرہ رک رہی تھیں جس کی وجہ سے رش بڑھتا جا رہا تھا۔

اس رش میں وہ دونوں بھی شامل تھے۔ انہیں دو مختلف سمتوں سے جلوس میں شامل کیا گیا تھا۔ ان کا ٹارگٹ بڑے ٹرک کے قریب پہنچنا تھا۔ وہ تیزی سے اپنے مقصد کی جانب بڑھ رہے تھے۔

ان دونوں کے چہرے بالکل سپاٹ تھے۔ وہ مشینی انداز میں آگے بڑھ رہے تھے۔ چلتے چلتے اگر کوئی ان سے ٹکرا جاتا تو لمحہ بھر کے لیے ان کی آنکھوں سے گویا شعلے سے نکلتے نظر آتے جیسے غصے نے انہیں پاگل کر دیا ہو مگر پھر وہ تیزی سے آگے بڑھ جاتے۔

ان کے ہاتھوں میں ان کے موبائل تھے جو اس وقت خاموش تھے۔ انہیں چند لمحوں میں بجنا تھا۔ ان دونوں کو ہدایات دی گئی تھیں کہ فون بجتے ہی انہوں نے اسے ریسیو کرنا تھا۔

سڑک پر جوں جوں رش بڑھ رہا تھا، وہ بھی اپنی منزل کے قریب پہنچ رہے تھے۔

☆☆☆

www.zemtime.com

میں رات کافی دیر بعد سو پائی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اپنے معمول کے مطابق میری آنکھ کھل نہیں پائی۔ عرصے سے میں الارم وغیرہ کا استعمال بہت کم کرتی تھی۔ اس کے بغیر ہی اپنے مخصوص وقت پر میری آنکھ کھل جاتی البتہ کبھی کبھار سارا سسٹم گڑبڑ بھی ہو جاتا تھا جیسا کہ آج ہوا تھا۔ گھڑی پر نظر پڑتے ہی میں بستر سے کھڑی ہو گئی۔ دوپہر ہونے والی تھی۔

''صفیہ بی! آپ نے مجھے جگایا ہی نہیں۔'' مجھے دیکھ کر وہ کافی لے آئی تھیں۔

''آپ رات بہت دیر سے سوئی ہوں گی یقیناً ورنہ تو خود ہی جاگ جاتی ہیں۔ صاحب نے بھی منع کیا تھا کہ آپ کو سونے دیا جائے۔ سونیا بی بی کو ناشتا کروا کر دوا دے دی تھی۔''

''اچھا..... بابا نے ناشتا کر لیا.....؟''

''بی بی! ان کو تو گئے ہوئے بھی ایک گھنٹا ہو گیا۔'' وہ بولی۔

''کہاں.....؟ بابا کہاں گئے؟'' میں نے بے اختیار پوچھا۔

''پتا نہیں..... کہہ رہے تھے کہ دوپہر تک آجائیں گے۔ سکندر ساتھ گیا ہے۔''

''ٹھیک ہے۔ آپ کا بہت شکریہ۔''

''میں ناشتا لے آؤں آپ کا؟''

''نہیں نہیں..... اب کھانا ہی کھاؤں گی۔'' میں نے مسکرا کر جواب دیا اور لاؤنج کی طرف بڑھ گئی۔ میں صوفے پر بیٹھی ہی تھی کہ فون کی گھنٹی بجی۔

''بیٹا تم جاگ گئیں؟'' دوسری جانب بابا تھے۔

''جی بابا! آپ کہاں ہیں؟'' میں نے پوچھا۔

''بیٹا ایک دو ضروری کام تھے۔ سوچا تھا کہ صبح ہی نمٹا لوں مگر یہاں گاڑی کو نہ جانے کیا ہو گیا ہے۔ سکندر کوشش کر رہا ہے۔ لوگ بتا رہے ہیں کہ ایک جلوس بھی اسی طرف سے گزرنے والا ہے۔ کیا تم مجھے پک کر لو گی آکر.....؟''

''بالکل بابا! میں آرہی ہوں۔ آپ پلیز اپنی لوکیشن بھیج دیں۔'' میں کھڑے ہوتے ہوئے بولی۔ کچھ ہی دیر میں، میں تیز رفتاری سے بابا کی بھیجی ہوئی لوکیشن کی جانب بڑھ رہی تھی۔ میں جلوس کے اس جانب پہنچنے سے قبل بابا کو وہاں سے لے جانا چاہتی تھی ورنہ رش میں ہم پھنس جاتے اور بابا کی صحت کے لیے یہ ٹھیک نہیں تھا۔

مگر یہ بات وہ تھی جو میں جانتی تھی۔ مقدر میں کیا تھا اور مقدر مجھے کیوں اس طرف لے جا رہا تھا؟ اس کا علم تو خود مجھے بھی نہیں تھا۔

☆☆☆

گرمی میں تیزی سے اضافہ ہو رہا تھا۔

انہیں کار میں چلتے ہوئے اے سی کے باوجود پسینا آرہا تھا۔

''صاحب! جلوس اسی طرف آرہا ہے۔ پولیس والے ساری گاڑیاں ہٹوا رہے ہیں۔'' سکندر بونٹ بند کر کے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''اوہ، پھر تو اسے کسی ذیلی گلی میں لے چلو ورنہ جلوس آگیا تو ہم پھنس جائیں گے۔'' وہ بولے۔ ''یہ کار کو اچانک ہو کیا گیا ہے؟''

''کچھ سمجھ میں نہیں آرہا صاحب!'' وہ شرمندہ سے لہجے میں بولا۔ ''اس میں کوئی بھی مسئلہ نہیں تھا۔ سروس بھی چند دن قبل ہی ہوئی ہے۔ پیٹرول فل ہے پھر بھی اڑیل ٹٹو کی طرح جمی کھڑی ہے۔''

''چلو بہرحال اسے ایک جانب کر لینا چاہیے پھر سارہ آرہی ہے۔ میں اس کے ساتھ چلا جاؤں گا اور تم نے مکینک سے بات کی؟''

''جی صاحب! کر لی ہے۔ میں کار کو پچھلی والی گلی میں لے جاتا ہوں۔''

''ٹھیک ہے، اترتا ہوں میں بھی.....'' بابا نے دروازے کی جانب ہاتھ بڑھایا۔

''نہیں صاحب! آپ اندر ہی رہیں۔ میں دھکا لگا لوں گا۔ یہاں سے بھی کوئی نہ کوئی ہاتھ بٹا لے گا۔'' وہ بولا اور نیچے اتر گیا۔ وہ کار کو دھکا لگاتے ہوئے موڑ رہا تھا۔ بابا اس دوران ڈرائیونگ سیٹ پر آگئے تھے۔ انہیں جلوس کے بارے میں معلوم تو تھا مگر انہیں اس سے خاصا پہلے وہاں سے نکل جانا تھا۔ اگر گاڑی خراب نہ ہوتی تو اب تک تو وہ گھر بھی پہنچ چکے ہوتے۔ اندر گلی میں کئی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ سکندر کو دو افراد مل گئے تھے جن کی مدد سے وہ کار کو آگے لے جا رہا تھا۔ وہ کار کو اس گلی کے اختتام تک لے گیا جہاں سے دوسری سڑک لگتی تھی اور بالکل کونے میں گاڑی کھڑی کر دی۔ اس طرح وہ سڑک سے خاصے دور آگئے تھے۔ اب انہیں تقاریر اور نعروں کی گونج سنائی دینے لگی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ جلوس سڑک پر پہنچنے والا تھا۔

☆☆☆

www.zemtime.com

جیمز گھر واپس آچکا تھا۔

اس کے دونوں موبائلز پر ان دونوں لڑکوں کے نمبر موجود تھے۔ وہ ایک مخصوص ایپ کے ذریعے ان دونوں پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ مخصوص مقام پر پہنچنے کے بعد اسے ان دونوں کو کال کرنی تھی۔

ڈاکٹر سلمان نے ان دونوں کو انجکشن لگا دیا تھا۔ ان دونوں کے جانے کے بعد وہ وہاں سے نکل آیا تھا۔ وہ دونوں ہی انجکشن سے خوفزدہ تھے مگر سلمان نے انہیں بہلا لیا تھا۔

''یہ لگانا ضروری ہے کیونکہ وہاں بہت رش ہوگا۔ تمہیں واپس یہاں آنا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ تم کورونا واپس لے کر آؤ۔'' اس نے کہا۔

''تو کیا یہ ویکسین ہے؟ مگر میں تو ویکسین لگوا چکا ہوں، دونوں بار۔'' ان میں سے تیز طرار لڑکا بولا۔

''میں بھی.....'' دوسرے نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ ''سر ہم نے ساتھ لگوایا تھا انجکشن۔''

''یہ بوسٹر ہے اور اس کا لگانا بہت ضروری ہے۔ اگر تم اسے نہیں لگواتے تو پھر ہم کسی اور کو سروے کا یہ کام دے دیں گے۔ ہمارے پاس بہت لوگ ہیں۔ خود ہی سوچو، اتنے آسان کام کے اتنے ڈالر مل رہے ہیں تو کون منع کرے گا..... جب کام ہمارا ہے تو ہمارے طریقے سے ہی ہونا چاہیے کہ نہیں؟'' اس نے مکاری سے پوچھا۔

''آپ جو کہیں۔ ہم نے منع تو نہیں کیا، صرف بتایا تھا۔ یہ بھی تو ضروری تھا نا تاکہ آپ کو پتا رہے اور آپ اس حوالے سے کام کر سکو۔'' دوسرا لڑکا تیزی سے بولا۔

''پیسے کب ملیں گے صاحب؟'' ان میں سے ایک نے پوچھا۔

''کام ختم ہوتے ہی..... جیسے ہی تم واپس آؤ گے، تمہاری رقم تیار ہوگی۔'' سلمان نے اسے انجکشن لگاتے ہوئے کہا۔

''پورے ایک ایک لاکھ.....؟'' دوسرے لڑکے نے رقم دہراتے ہوئے پوچھا۔

''بالکل، جو طے ہوا ہے، وہ ملے گا۔'' ڈاکٹر سلمان نے کہا۔ ''ویسے کرو گے کیا تم ان پیسوں سے؟'' وہ ماحول کو تناؤ سے بچانے کے لیے گفتگو کیے جا رہا تھا۔

''صاب میں تو اپنا ٹھیلا لگاؤں گا تاکہ روزگار کا سلسلہ بن جائے۔''

''اور میں..... مجھے تو ماں کا علاج بھی کرانا ہے۔'' خاموش طبع لڑکا بولا۔

''نام کیا ہیں تم دونوں کے.....؟''

''میں امجد ہوں اور یہ پرویز ہے۔'' باتونی لڑکا بولا۔ ''رفیق بھائی نے ہمیں آپ کا بتایا تھا۔ وہ ہمارے محلے میں رہتے ہیں۔ ان کی وجہ سے ہی ہمیں یہ کام ملا ہے۔''

''تم گھر میں یا کسی کو بتا کر آئے ہو اس بارے میں کچھ؟'' جونز نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا۔

''نہیں نہیں..... رفیق بھائی نے منع کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ کام ختم ہونے سے پہلے کسی سے اس کا ذکر نہیں کرنا ہے۔'' امجد نے جواب دیا۔

''گڈ..... یہ بہت ضروری ہے۔'' وہ بولا۔

رفیق سے اس کا براہِ راست کوئی تعلق یا تعارف نہیں تھا۔ کسی کے حوالے سے انہوں نے اس کے لیے یہ کام کیا تھا اور وہ حوالہ بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا۔ صرف جعلی شناختی کارڈ پر حاصل کردہ ایک سم کا نمبر اس کے پاس تھا جسے وہ ضائع کر چکا تھا۔ ان دونوں کو اچھی خاصی رقم دی گئی تھی جس کے عوض انہیں ہر صورت اپنا منہ بند رکھنا تھا۔

اسکرین پر حرکت میں نظر آنے والی دو سرخ لکیریں وہ دونوں تھے جو آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ وہ دلچسپی سے انہیں دیکھ رہا تھا پھر ان میں سے ایک لکیر رک گئی تھی۔ وہ چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر اس نے فون بند کر کے دوبارہ کھولا۔ ایک سرخ لکیر اب بھی رکی ہوئی تھی۔ ان کے طے شدہ پروگرام کے مطابق اسے اپنی منزل تک پہنچنے میں مزید تین منٹ درکار تھے مگر وہ مسلسل رکا ہوا تھا۔

''شاید رش کی وجہ سے وہ آگے نہیں بڑھ پا رہا۔'' اس نے سوچا۔ ''مگر اسے اپنا راستہ بنا لینا چاہیے تھا۔''

وہ اسے وقت سے پہلے کال نہیں کر سکتا تھا۔

دونوں سرخ لکیروں کے درمیان اب خاصا فاصلہ آچکا تھا۔

''نہ جانے یہ کیا کر رہا ہے؟'' وہ بڑبڑایا۔

اس کی نگاہیں اسی سرخ لکیر پر جمی ہوئی تھیں۔ وقت کے لیے ٹائمر بھی چل رہا تھا جسے مقررہ وقت پر الارم بجانا تھا اور اس کے بعد اسے ان نمبروں پر کال کرنی تھی۔

جونز کے چہرے پر الجھن کے آثار نمایاں تھے۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا۔ چند لمحوں بعد کمرا بیپ کی تیز آواز سے گونج اٹھا۔ انہیں فون کرنے کا وقت ہو چکا تھا۔ جونز نے اپنا فون اٹھایا۔ طے شدہ نمبروں میں سے ایک کو دبایا۔ اب وہ اسے کال کرنے جا رہا تھا۔

☆☆☆

www.zemtime.com

''سارہ کو کافی دیر لگ گئی ہے۔'' بابا اب بے چین ہو رہے تھے۔ انہوں نے جیب سے فون نکالا اور نمبر ملایا۔

''جی بابا.....!'' دوسری جانب سے پہلی بیل پر کال ریسیو ہو گئی تھی۔

''تم آ رہی ہو بیٹا؟''

''جی بابا! میں راستے میں ہوں۔ رش بہت زیادہ ہے۔ شاید اسی جلوس کی وجہ سے..... بس میں کچھ دیر میں پہنچ جاؤں گی۔''

''میں نے تمہیں دوبارہ لوکیشن سینڈ کی ہے۔ اب ہم مین روڈ پر نہیں ہیں بیٹا، اندر کی ایک گلی میں ہیں۔ یہاں بھی ہمیں کافی اندر جا کر جگہ ملی ہے۔''

''میں نے دیکھ لی ہے بابا!'' میں نے جواب دیا۔ ''میں قریب پہنچ کر آپ کو کال کروں گی۔ آپ دونوں گاڑی وہیں بند کر کے پیدل آگے آ جائیے گا۔''

''ٹھیک ہے بیٹا!'' وہ بولے۔ انہیں آج نکلنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ انہوں نے سوچا۔ بہرحال، اب تو جو ہونا تھا، ہو گیا تھا۔ اب انہیں گاڑی سے نکلنے کے لیے سارہ کے فون کا انتظار تھا۔

☆☆☆

میں سڑک پر مڑی تو جلوس وہاں پہنچ چکا تھا۔ شور شرابے اور نعرے بازی سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ میں نے بابا کو کال کرنے کے بارے میں سوچا پھر چند لمحوں کے بعد کرنے کا فیصلہ کر کے گاڑی کو ایک سمت میں لگایا اور گاڑی سے اتر گئی۔

جلوس بھی وہاں ٹھہر گیا تھا۔ کسی تقریر کا آغاز ہو رہا تھا۔ ایک ورکنگ ڈے (کام کے دنوں) میں ایک مرکزی شاہراہ کو اس طرح بند کر دینا اور اتنا ہنگامہ کر پانا، یہ آزادی یہیں ممکن تھی۔ دنیا کے دوسرے مہذب شہروں میں اتنی آسانی سے یہ سب ممکن نہیں تھا۔

میں بچتی بچاتی آگے بڑھ رہی تھی کہ اچانک مجھے وہ نظر آیا۔

اس کی عمر پندرہ سولہ سال کے لگ بھگ ہو گی۔ اس نے عام سے کپڑے پہن رکھے تھے۔ یہاں موجود ہر شخص کے مانند اس کے ہاتھ میں بھی ایک موبائل تھا جسے اس نے ایک ہاتھ سے تھام رکھا تھا۔ یہ سب کچھ تو عام سا تھا مگر جس چیز نے مجھے اس کی جانب متوجہ کیا تھا، وہ اس کا انداز اور چہرہ تھا۔

اس کا چہرہ بالکل سپاٹ تھا۔ حتیٰ کہ اس کی آنکھوں میں بھی کوئی تاثرات نہیں تھے۔ وہ عجیب سے انداز میں تیزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی زومبی ہو۔ موبائل کو اس نے مخصوص انداز میں اپنے سامنے رکھا ہوا تھا جیسے اس پر اس کی منزل کی لوکیشن موجود ہو۔ اچانک اسے ایک زوردار دھکا لگا۔ یوں لگا تھا کہ جیسے اب وہ گر ہی جائے گا مگر آخری لمحوں میں اس نے خود کو بچا لیا اور مڑ کر دھکا دینے والے کی جانب گھورا۔ میں اس سے کچھ فاصلے پر تھی مگر وہاں سے میں اس کے چہرے پر آنے والی درشتی اور آنکھوں میں لپکتے شعلوں کو دیکھ سکتی تھی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے وہ اسے جان سے مار دے گا مگر وہ صرف اسے گھور کر رہ گیا۔ اس نے منہ سے ایک لفظ تک نہیں نکالا تھا۔ صرف اسے گھورا اور آگے بڑھ گیا۔ مجھے وہ، اس کا انداز، اس کا رویہ سب بہت عجیب لگ رہا تھا۔ اس وقت سڑک پر اس رش میں کسی کے رویے یا تاثرات پر غور کرنا ویسے کچھ آسان یا نارمل کام نہیں تھا مگر اس نے میری چھٹی حس کو جگا دیا تھا۔

''کہیں یہ کوئی روبوٹ تو نہیں۔'' اچانک ایک خیال میرے ذہن میں جگمگایا، اور یہاں اسے تباہی پھیلانے کے لیے بھیجا گیا ہو یا پھر کسی نے اسے پنا ٹائز کیا ہو، دونوں صورتوں میں تباہی کا خدشہ موجود تھا۔

میں نے اپنی رفتار تیز کی اور دوڑتی ہوئی اُس لڑکے کے قریب پہنچنے کی کوشش کی۔ اس مجمع میں عورتوں کی تعداد تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی اور جو تھیں بھی ان کی وضع قطع مجھ سے بہت الگ تھی۔ اسی وجہ سے میرے اس طرح بھاگنے پر سب ہی لوگ مجھے مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ میں بالآخر اس تک پہنچ ہی گئی۔

''سنو.....!'' میں نے اسے آواز دی مگر یوں لگ رہا تھا کہ اس تک میری آواز پہنچ ہی نہیں پائی ہو۔

''بات سنو.....'' اس بار میں نے اس کے کاندھے کو چھوتے ہوئے کہا۔ وہ تیزی سے میری طرف گھوما۔ اس کے چہرے پر غصہ نمودار ہو چکا تھا۔

''تم کون ہو؟'' مجھے اپنے سوال کے احمقانہ ہونے کا احساس ان الفاظ کی ادائیگی کے ساتھ ہی ہو گیا تھا۔ ''میرا مطلب ہے کہ مجھے تم سے ایک منٹ کے لیے کام ہے۔ میرا فون بند ہو گیا ہے۔ کیا تم مجھے اپنا فون ایک منٹ کے لیے دے سکتے ہو؟'' مجھے یہی بہانہ سوجھ پایا تھا۔

''نہیں.....'' وہ سخت اور غیر انسانی آواز میں بولا اور آگے بڑھنے لگا۔

www.zemtime.com

''کیوں؟ صرف ایک کال کرنی ہے۔'' میں نے اس کے سامنے آتے ہوئے کہا۔

''ہٹ جا.....'' اس نے مجھے دھکا دینا چاہا مگر میں نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

''کس طرح بات کر رہے ہو؟ کسی کی مدد کرنا کوئی بُری بات تو نہیں ہے۔'' ہر گزرتے لمحے کے ساتھ میرا اس پر شک بڑھتا جا رہا تھا۔ مجھے یہ تو معلوم نہیں تھا کہ یہ کیا چکر تھا مگر بہر حال کچھ نہ کچھ غلط ضرور تھا۔

''تو ایسے نہیں مانے گی۔'' اس نے ایک جھٹکے سے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔ اس کی عمر اور جسامت کے لحاظ سے اس کی طاقت نے مجھے مزید حیران کر دیا۔ اس کے دھکے نے مجھے لڑکھڑا دیا تھا۔

''رک جاؤ..... تم آگے نہیں بڑھ سکتے۔'' میں غرائی۔

''تیری تو.....'' اس نے ایک گالی کے ساتھ مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں نے جھکائی دے کر اس کے گھونسے سے خود کو بچایا اور گھوم کر اس کے سینے پر فلائنگ کک جمائی۔ مجھے یقین تھا کہ یہ میرا مخصوص وار اسے زمین چٹا دے گا۔ وہ لڑکھڑا کر گرا مگر فوراً کھڑا ہو گیا اور پھر غیر انسانی آواز میں چیختا ہوا مجھ پر حملہ آور ہوا۔ عجیب بات یہ تھی کہ اس سب کے دوران اس نے موبائل کو ہاتھ سے نہیں گرنے دیا تھا۔

میں نے اس کے حملے کو روکا اور اسے اپنی کِکس پر رکھ لیا۔ پے در پے تین چار کِکس نے اسے قدرے متاثر کیا تھا۔ اس بار میرا نشانہ اس کا موبائل والا ہاتھ تھا۔ میں نے اس کے بازو پر کک لگائی جس سے موبائل اُڑ کر سڑک پر جا گرا۔

موبائل کے گرتے ہی اس نے پہلے موبائل کو اور پھر مجھے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں گویا خون اترا ہوا تھا۔

ہمارے اردگرد کافی لوگ جمع ہو گئے تھے۔ وہ غالباً کچھ سمجھ نہیں پا رہے تھے نہ ہی یہ فیصلہ کر پا رہے تھے کہ انہیں اس پھڈے میں دخل دینا چاہیے بھی کہ نہیں۔

وہ زمین پر پڑے موبائل کی جانب لپکا جسے میں نے اپنے پیر سے کچھ آگے سرکا دیا جس پر وہ رکا اور پھر اس نے مجھ پر چھلانگ لگائی۔ اس سے پہلے کہ میں اس پر وار کر پاتی، اس نے میری گردن کو اپنے دونوں ہاتھوں میں دبوچ لیا۔

''ارے ارے، یہ کیا ہو رہا ہے؟'' مجمع میں سے کوئی چلّایا۔

''یہ اسے مار دینا چاہتا ہے۔ پتا نہیں کیا چکر ہے۔'' کوئی اور بولا۔

''پکڑو..... الگ کرو.....'' کئی لوگ اُسے پکڑ کر پیچھے کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ میں بھی اس پر ہر ممکن وار کر رہی تھی مگر اس میں ایک عجیب سی حیوانی طاقت تھی جس سے وہ کسی کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔

''پپ پپ پولیس.....'' میں بہ مشکل چلّائی۔ ''پولیس کو بلاؤ.....'' میری گردن اس کے ہاتھوں میں تھی اور مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے وہ کسی مشین میں آ گئی ہو۔ لمحہ بہ لمحہ سانس گھٹتا جا رہا تھا اور اردگرد کا منظر دھندلاتا جا رہا تھا پھر میں نے اپنی تمام طاقت کو جمع کیا۔ اللہ کا نام لے کر اپنا دایاں گھٹنا بلند کیا اور اس کے پیٹ کے نیچے ایک زوردار ٹکر ماری۔ وہ اوغ کی آواز نکال کر پلٹ گیا تھا۔ وہاں موجود لوگوں کے لیے یہ ایک لمحہ کافی تھا۔ انہوں نے اسے چاروں جانب سے جکڑ لیا تھا۔ وہ انہی غیر انسانی آوازوں کے ساتھ چلّا رہا تھا، گالیاں دے رہا تھا مگر ان سب کی گرفت سے نکلنا آسان نہیں تھا۔ میں نے چند لمحے گہری گہری سانسیں لیں، اپنی گردن کو سہلایا تب جا کر میرے دم میں دم آیا۔

اتنی دیر میں پولیس بھی وہاں پہنچ گئی تھی۔

''کیا ہوا ہے میڈم؟ کیسا جھگڑا ہو رہا ہے یہاں؟''

''یہ.....'' میں نے اپنی انگلی سے اس کی جانب اشارہ کیا۔ ''اسے گرفتار کر لیں۔''

''او جی، کر لیں گے پر پہلے آپ قصہ تو بتائیں، ہوا کیا ہے؟ آخر اس نے ایسا کیا کیا ہے؟'' کانسٹیبل نے بیچ میں آتے ہوئے کہا۔

وہ اب بھی تڑپ اور مچل رہا تھا۔

''آپ پہلے اِسے گرفتار کریں.....'' میں نے دوبارہ کہا۔

''بی بی! آپ ہمیں احکامات جاری نہ کریں۔ پہلے ہی بہت سے لوگ موجود ہیں اس کام کے لیے۔'' کانسٹیبل کے ساتھ موجود اے ایس آئی اکھڑ لہجے میں بولا۔ ''ہمیں پتا ہے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ کیوں اور کیسے کرنا ہے؟ آپ یہ بتاؤ کہ یہ چکر کیا ہے..... اور تو..... انسان کا بچہ بن ورنہ ہمیں آتا ہے بگڑے سانڈوں کو ہوش میں لانا۔''

اے ایس آئی کے اشارے پر لوگوں نے اُسے چھوڑ دیا۔ عین اسی وقت زمین پر پڑا اس کا موبائل بج اٹھا تھا۔ وہ تیزی سے اس کی جانب لپکا مگر میں نے اسے پیر کی حرکت سے آگے بڑھا دیا۔

وہ غرا کر اس کے پیچھے آگے بڑھا۔ یہ سب اتنی سرعت کے ساتھ ہو رہا تھا کہ وہاں موجود کوئی بھی شخص کچھ

www.zemtime.com

سمجھنے یا کر پانے کے بارے میں سوچتا ہی رہ گیا تھا۔

''یہ کیا تماشا لگایا ہے، ہٹ جا بھئی تو.....'' اے ایس آئی اس بار دہاڑا اور فون کی جانب بڑھا۔ فون مسلسل بج رہا تھا۔ اس نے فون اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا..... مگر اس لڑکے نے اسے دھکا دے دیا اور لپک کر فون اٹھالیا۔

''ابے سالے..... تیری یہ ہمت.....'' اے ایس آئی غرایا اور اس نے اس کی گردن پکڑنے کی کوشش کی مگر اس میں کئی ہارس پاور کی طاقت آگئی تھی۔ وہ اسے نچا دے کر سیدھا بھاگتا چلا گیا۔

''اِسے پکڑیے..... اس میں کوئی مسئلہ ہے.....'' میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کہوں۔

کانسٹیبل اور کئی افراد اس کے پیچھے لپکے۔ میں نے بھی اسے پکڑنے کے لیے آگے بڑھنا چاہا مگر اے ایس آئی نے مجھے آگے نہیں بڑھنے دیا۔

''وہ بھاگ گیا ہے اور اب تم بھی بھاگ رہی ہو..... قانون بے وقوف نہیں ہے۔ تم یہاں سے نہیں ہل سکتیں۔ یو آر انڈر اریسٹ (تمہیں گرفتار کیا جارہا ہے)۔''

''کیا بکواس ہے..... میں کہہ رہی ہوں کہ کوئی گڑبڑ ہے۔ آپ اُسے فوراً پکڑیں۔'' میں غرائی۔ ''یا مجھے جانے دیں۔''

''پکڑ رہے ہیں اُسے اور تمہیں بھی دیکھ لیں گے۔ چلو، تم موبائل میں چل کر بیٹھو۔'' وہ مجھے دھکا دیتے ہوئے بولا۔

''تمیز سے.....'' میں نے سرد لہجے میں کہا۔ ''تم جاہل انسان اب تک نہیں سمجھ سکے کہ میں کون ہوں..... میں خفیہ سے تعلق رکھتی ہوں۔ اب ذرا بھی بدتمیزی کی تو وردی کے ساتھ ساتھ اپنی جان سے بھی جاؤ گے..... بات سمجھ میں آرہی ہے یا نہیں.....''

''مم میں..... اپنی بات کا ثبوت دو۔'' وہ گڑبڑا کر بولا۔

''میں یہیں ہوں۔ ثبوت بھی دے دوں گی۔ تم پہلے اُسے پکڑو۔'' میں چلائی۔

اتنی دیر میں وہ لڑکا اور اس کے پیچھے بھاگتے افراد کافی دور جاچکے تھے۔ اے ایس آئی بہت زیادہ کنفیوز ہوگیا تھا۔ میرے اعتماد نے اسے مجھ پر یقین کرنے پر مجبور کردیا تھا مگر اس کی انا اسے پیچھے ہٹنے سے روک رہی تھی۔

میرا غصہ بڑھتا جارہا تھا۔ اس لڑکے کی حرکتوں، حملوں اور پھر اس سب کے باوجود موبائل لے کر اس طرح بھاگنے نے میرے شکوک وشبہات کو یقین میں بدل دیا تھا۔

میں نے اے ایس آئی کو دھکا دیا اور آگے بڑھی۔ عین اسی وقت ایک زوردار دھماکا سنائی دیا۔ پہلے دھماکے کے فوراً بعد دوسرا دھماکا بھی ہوا جس کے بعد سارا منظر آگ کے شعلوں، اُڑتی گرد، دھوئیں اور خون کی سرخی سے بھر گیا تھا۔ اتنے فاصلے پر ہونے کے باوجود میں اُڑ کر پیچھے گری تھی اور یہ میرے لیے گویا قدرت کی جانب سے تحفہ تھا کیونکہ میرے پیچھے گرنے کے ساتھ ہی کسی کار یا بس کا ٹوٹا ہوا ایک بڑا لوہے کا ٹکڑا اے ایس آئی پر گرا اور اس کے حلق میں پیوست سا ہوگیا۔ وہ اسے دونوں ہاتھوں سے نکالنے کی کوشش کررہا تھا۔ خون اس کی گردن سے تیزی سے بہہ رہا تھا۔

میں زمین سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

دھوئیں اور آگ نے مجھے جھلسا دیا تھا مگر اس منظر نے مجھے ساکت سا کردیا تھا۔

ہر طرف چیخ و پکار اور واویلے کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ چند ہی لمحوں بعد ایمبولینسوں اور پولیس کے سائرن بجنا شروع ہوگئے۔

''بابا.....!'' اچانک کسی نے میرے ذہن میں سرگوشی کی۔

بابا بھی تو یہیں تھے۔ انہیں ہی لینے تو میں آئی تھی۔

وہ کہاں ہوں گے؟ کس حال میں ہوں گے؟ اس دھماکے نے انہیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچایا ہوگا؟

''بابا!'' میرے ہونٹوں سے اُن کا نام چیخ کے مانند بلند ہوا اور میں تیزی سے دوسری جانب موجود ذیلی گلیوں کی جانب دوڑ پڑی۔ میرے پیچھے لوگوں کی کراہیں تھیں۔

رضا کاروں کی آوازیں تھیں۔

روکنے والے جملے تھے۔

مگر مجھے کچھ بھی دکھائی یا سنائی نہیں دے رہا تھا۔ میری آنکھیں صرف بابا کو دیکھنا چاہ رہی تھیں۔ میری سماعت ان کی آواز سننے کو بے تاب تھی۔ میرا دل ان کے لیے بے چین تھا اور میرے پیر آگ کی گرمی، سڑک پر بکھرے پتھروں، کرچیوں سے بے نیاز مجھے تیزی سے آگے اور آگے لے جارہے تھے۔

بے بسی کے اندھیروں میں ڈوبتی لڑکی کی دردناک داستانِ حیات کے مزید واقعات اگلے ماہ پڑھیے

www.zemtime.com
ZEMTime SINCE 2014